

# کلیاتِ ساغر

ساغر صدیقی

[urdukutabkhanapk.blogspot](http://urdukutabkhanapk.blogspot)



اردو کتب خانہ

URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT



سرمایہ حیات ہے سیرت رسولؐ کی  
اسرار کائنات ہے سیرت رسولؐ کی  
پھولوں میں ہے ظہور ستاروں میں نور ہے  
ذات خدا کی بات ہے سیرت رسولؐ کی  
نجر دلوں کو آپؐ نے سیراب کر دیا  
اک چشمہ صفات ہے سیرت رسولؐ کی  
چشم کلیم ایک تجلی میں بک گیا  
جلووں کی واردات ہے سیرت رسولؐ کی  
جور و جفا کے واسطے برق ستم سہے  
دنیاۓ التفات ہے سیرت رسولؐ کی  
تصویر زندگی کو تکلم عطا کیا  
حسن تصورات ہے سیرت رسولؐ کی  
ساغر سرور و کیف کے ساغر چھلک اٹھے

؟



اُردو کُتب خانہ

URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT



مُحَمَّدٌ باعثِ حسنِ جہاں ایمان ہے میرا  
مُحَمَّدٌ حاصلِ کون و مکاں ایمان ہے میرا  
مُحَمَّدٌ اوّل و آخرِ مُحَمَّدٌ ظاہر و باطن  
مُحَمَّدٌ ہیں بہر صورتِ عیاں ایمان ہے میرا  
شرفِ اکِ کملی والے نے جنہیں بخشا ہے قدموں میں  
وہ صحرا بن گئے گلستاں ایمان ہے میرا  
محبت ہے جسے غارِ حرا میں رونے والے سے  
وہ انساں ہے خدا کا راز داں ایمان ہے میرا  
معطر کر گئے ساغرِ فضائے گلشنِ ہستی  
نبیؐ کے گیسوئے عنبرِ فشاں ایمان ہے میرا



اُردو کُتب خانہ

URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT



گنبد	ہے	تقدیس	شمس	و	قمر	سبز
گنبد	متاع	قرار	نظر	سبز		
کہیے	جلال	خدائے	سموات			
گنبد	کمال	جہان	بشر	سبز		
بطحا	نگاران	ہستی	چلو!	سوئے		
گنبد	ہے	تسکین	قلب	و	جگر	سبز
پوچھو	ذکر	مصطفائے	کی	سطوت	نہ	
گنبد	جھکاتا	ہے	شاہوں	کے	سر	سبز
ساغر	برستے	ہیں	راحت	کے	اسرار	
گنبد	ہے	ظلمت	میں	فرد	سحر	سبز



اُردو کُتب خانہ

URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT



جاری ہے دو جہاں پہ حکومت رسولؐ کی  
کرتے ہیں مہر و ماہ اطاعت رسولؐ کی  
ایمان ایک نام ہے حب رسولؐ کا  
ہے خلد کی بہار محبت رسولؐ کی  
نوک مرثہ پہ جن کی رہے اشک کربلا  
پائیں گے حشر میں وہ شفاعت رسولؐ کی  
غارِ حرا کو یاد ہیں سجدے رسولؐ کے  
دیکھی ہے پتھروں نے عبادت رسولؐ کی  
دامانِ عقل و ہوش سہارا نہ دے  
چاہت خدا کی بن گئی چاہت رسولؐ کی  
ساغرِ تمام عالم ہستی ہے بے حجاب  
آنکھوں میں بس رہی ہے وہ خلوت رسولؐ کی



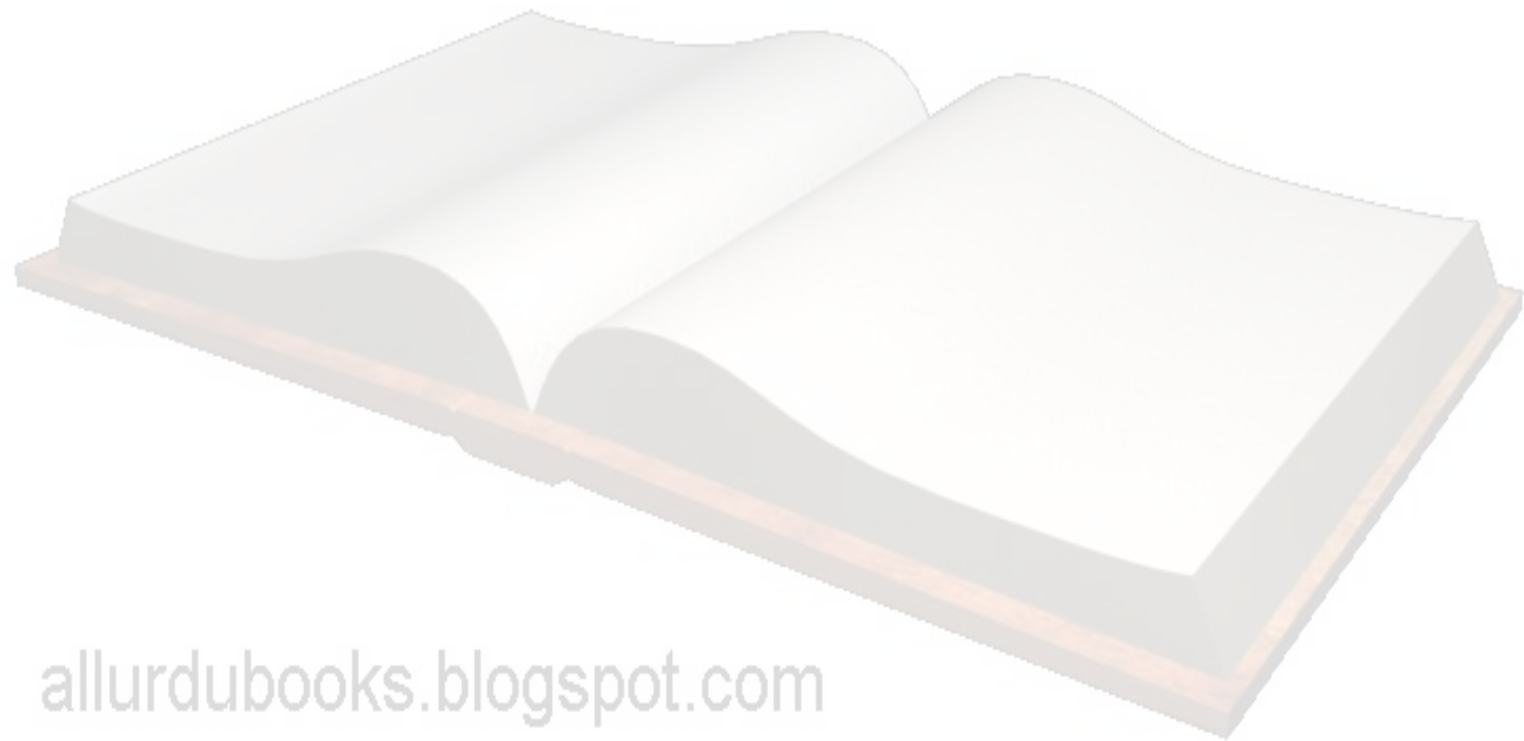
اُردو کُتب خانہ

URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT





ہمیں جو یاد مدینے کا لالہ زار آیا!  
تصویرات کی دنیا پہ اک نکھار آیا  
کبھی جو گنبد خضرا کی یاد آئی ہے  
بڑا سکون ملا ہے بڑا قرار آیا  
یقین کر کہ محمدؐ کے آستانے پر  
جو بدنصیب گیا ہے وہ کامگار آیا  
ہزار شمس و قمر راہ شوق سے گزرے  
خیال حسن محمدؐ جو بار بار آیا  
عرب کے چاند نے صحرا بسا دیئے ساغر  
وہ ساتھ لے تجلی کا اک دیار آیا





نگاروں کے میلے ستاروں کے جھرمٹ  
 بہت دلنشین ہیں بہاروں کے جھرمٹ  
 جواں ہیں اگر ولولوں کے تلاطم  
 تو موجوں میں بھی ہیں کناروں کے جھرمٹ  
 میرے چار تنکوں کی تقدیر دیکھو  
 چمن در چمن شراروں کے جھرمٹ  
 تیرے گیسوؤں سے جنم پا رہے ہیں  
 گلستاں گلستاں نظاروں کے جھرمٹ  
 چھلکتا رہا ہے میرا جام زریں  
 مہکتے رہے ہیں چناروں کے جھرمٹ  
 جہاں جل گئی شمع بزم تمنا

؟

تجھے یاد رکھیں گی ساغر بہاریں  
 ترے شعر میں گلغداروں کے جھرمٹ



جادو	کا	عنایات	چشم	اس	رے	اللہ
جادو	کا	ملاقات	حسن	رہا	عمر	تا
کو	وفا	گریدان	سحر	تھا	نہ	معلوم
جادو	کا	ظلمات	پرودہ	پس	کے	صبحوں
منتر	کے	تسним	کوثر	رواں	میں	آنکھوں
جادو	کا	خرابات	شام	نہاں	میں	زلفوں
وظیفہ	کا	محبت	رسم	جسے	ہو	آتا
جادو	کا	حالات	غم	اس	نہیں	چلتا
فریاد	کی	تار	گئی	چیر	جگر	کا
جادو	کا	نغمات	گیا	کر	اثر	پر
گھٹائیں	کی	غم	انھیں	کہ	گیسو	وہ
جادو	کا	برسات	گئی	بن	جھڑی	کی
ساغر	گئے	بن	سخن	اقلیم	ساحر	ہم
جادو	کا	خیالات	ہے	جگایا	سے	ڈھب
جادو	کا					اس





اشعار	غم	کی	تصویر	غزل	کے	اشعار
اشعار	خون	کی	تحریر	غزل	کے	اشعار
روشن	ان	سے	مدیر	کی	شمعیں	اشعار
اشعار	سوز	تقدیر	غزل	کے	اشعار	جھیں
داغ	کہتے	ہیں	محبت	کے	اشعار	جھیں
ان	کی	تنویر	غزل	کے	اشعار	جھیں
گیسوئے	وقت	کو	سبجھاتے	ہیں	اشعار	جھیں
درد	شبیر	غزل	کے	اشعار	جھیں	جھیں
ان	میں	پریاں	ہیں	تری	آنکھوں	کے
دار	و	شمشیر	غزل	کے	اشعار	جھیں
نالہ	و	شیون	و	فریاد	کی	لے
رقص	زنجیر	غزل	کے	اشعار	جھیں	جھیں
اے	غم	یار	تصور	تیرا	اشعار	جھیں
تیری	توقیر	غزل	کے	اشعار	جھیں	جھیں
گل	جو	رکتے	ہیں	خزاں	میں	ساغر
ان	کی	تفسیر	غزل	کے	اشعار	جھیں



مرے سوز دل کے جلوے ، یہ مکاں مکاں اجالے  
 مری آہ پُر اثر نے کئی آفتاب ڈھالے  
 مجھے گردشِ فلک سے نہیں احتجاج کوئی  
 کہ متاعِ جان و دل ہے تری زلف کے حوالے  
 یہ سماں بھی ہم نے دیکھا سرِ خاک رُل رہے ہیں  
 گل و انگبین کے مالکِ مہ و کھکشاں کے پالے  
 ابھی رنگِ آنسوؤں میں ہے تری عقیدتوں کا  
 ابھی دل میں بس رہے ہیں تری یاد کے شوالے  
 مری آنکھ نے سنی ہے کئی زمزموں کی آہٹ  
 نہیں بربطوں سے کمتر مئے ناب کے پیالے  
 یہ تجلیوں کی محفل ہے اسی کے زیرِ سایہ  
 یہ جہانِ کیف اس کا جسے وہ نظر سنبھالے  
 یہ حیات کی کہانی ہے فنا کا ایک ساغر  
 تو لبوں سے مسکرا کر اسی جام کو لگا لے



منزل غم کی فضاؤں سے لپٹ کر رو لوں  
تیرے دامن کی ہواؤں سے لپٹ کر رو لوں  
جام مے پینے سے پہلے مرا جی چاہتا ہے  
بکھری زلفوں کی گھٹاؤں سے لپٹ کر رو لوں  
زرد غنچوں کی نگاہوں میں نگاہیں ڈالوں  
سرخ پھولوں کی قباؤں سے لپٹ کر رو لوں  
آنے والے ترے رستے میں بچھاؤں آنکھیں  
جانے والے تریے پاؤں سے لپٹ کر رو لوں  
اپنے مجبور تقدس کے سہارے ساغر  
دیر و کعبہ کے خداؤں سے لپٹ کر رو لوں



ترے غم کو متاع حسن انساں کر لیا میں نے  
 نگارِ آدمیت کو غزل خواں کر لیا میں نے  
 تڑپ کر سوزِ دل کو جلوہ سماں کر لیا میں نے  
 بہت بے نور تھی دنیا چراغاں کر لیا میں نے  
 کسی کے اک تبسم پر اساسِ زندگی رکھ لی  
 شراروں کو نشیمن کا نگہباں کر لیا میں نے  
 اٹھا کر چوم لی ہیں چند مرجھائی ہوئی کلیاں  
 نہ تم آئے تو یوں جشنِ بہاراں کر لیا میں نے  
 خدا رکھے یہ عذرِ جورِ باقی تم نہ شرماؤ  
 اب آرزوؤں کو پشیمان کر لیا میں نے  
 ابھی تک بے کفن سی ہے مری وحشت کی عریانی  
 یہ کس امید پر گھر کر بیاباں کر لیا میں نے  
 تجبھی ساغرِ اگر میں وجد میں آیا جو لہرا کر  
 تو اپنے ساتھ دنیا کو بھی رقصاں کر لیا میں نے



گے	چلیں	تک	مزاروں	کے	محبت
گے	چلیں	تک	ستاروں	پہ لیں!	ذرا
ہے	عاشقی	رسم	بھی	یہ ہے	سنا
گے	چلیں	تک	نغمہ گساروں	اپنے	ہم
گا	رہے	اچھا	سفر	بھی !	چلو
گے	چلیں	تک	دیواروں	اچڑے	ذرا
لو	چن	پھول	سے	وادیوں	جنوں
گے	چلیں	تک	یادگاروں	کی	وفا
دیکھیے	کھول	پرچم	کے	زلفوں	حسین
گے	چلیں	تک	زاروں	لالہ	مہکتے
کر	لے	ساتھ	نغمے	کے	چلو
گے	چلیں	تک	باراں	جوئے	چھلکتی



ایک نغمہ ، ایک تارا ، ایک غنچہ ایک جام  
 اے غم دوراں ! غم دوراں تجھے میرا سلام  
 زلف آوارہ ، گریبان چاک ، گھبرائی نظر  
 ان دنوں یہ ہے جہاں میں زندگانی کا نظام  
 چند تارے ٹوٹ کر دامن میں میرے آ کرے  
 میں نے پوچھا تھا ستاروں سے ترے غم کا مقام  
 کہہ رہے ہیں چند مکھڑے راہروں کے نقش پا  
 ہم کریں گے انقلاب جستجو کا اہتمام  
 پڑ گئیں پراہن صبح چمن پر سلوٹیں  
 یاد آکر رہ گئی ہے بیخودی کی ایک شام  
 تیری عصمت ہو کہ ہو میری ہنر کی چاندنی  
 وقت کے بازار میں ہر چیز کے لگتے ہیں دام  
 ہم بنائیں گے یہاں ساغر نئی تصویر شوق  
 ہم تخیل کے مجدد ہم تصور کے امام





اگرچہ ہم جا رہے ہیں محفل سے نالہء دلفگار بن کر  
 مگر یقین ہے کہ لوٹ آئیں گے نغمہء نو بہار بن کر  
 یہ کیا قیامت ہے باغبانو کہ جن کی خاطر بہار آئی  
 وہی شگونے کھٹک رہے ہیں تمہاری آنکھوں میں خار بن کر  
 جہاں والے ہمارے گیتوں سے جائزہ لیں گے سسکیوں کا  
 جہان میں پھیل جائیں گے ہم بشر بشر کی پکار بن کر  
 بہار کی بدنصیب راتیں بلا رہی ہیں چلے بھی آؤ  
 کسی ستارے کا روپ لے کر کسی کے دل کا قرار بن کر  
 تلاش منزل کے مرحلوں میں یہ حادثہ اک عجیب دیکھا  
 فریب راہوں میں بیٹھ جاتا ہے صورت اعتبار بن کر  
 غرور مستی نے مار ڈالا وگرنہ ہم لوگ جی ہی لیتے  
 کسی کی آنکھوں کا نور ہو کر کسی کے دل کا قرار بن کر  
 دیارِ پیر مغاں میں آ کر یہ اک حقیقت کھلی ہے ساغر  
 خدا کی بستی میں رہنے والے تو لوٹ لیتے ہیں یار بن کر



موجزن وقت کے دریا میں نوائے درویش  
ہدیہ چاک صدف دست دعائے درویش  
جب کبھی راستہ حالات کا دھند لایا ہے  
کام آئی ہے زمانے میں ضیائے درویش  
ہر شگونے کو چٹکنے کی اجازت دیجیے  
نغمہ صبح بہاراں ہے صلائے درویش  
آج اسرار شہنشاہی ہیں دیوانوں میں  
آج بیداد ہے ذہنوں میں وفائے درویش  
ایک ہی چیز کے دو نام ہیں ساغر کے لیے



اے چمن والو متاع رنگ بو جلنے لگی!  
 ہر روش پر نکہتوں کی آبرو جلنے لگی!  
 پھر لغات زندگی کو دو کوئی حرف جنوں  
 اے خردمندو ادائے گفتگو جلنے لگی  
 ہر طرف لٹنے لگی ہیں جگمگاتی عصمتیں  
 عظمت انسانیت پھر چار سو جلنے لگی!  
 دے کوئی چھینٹا شراب ارغواں کا ساقیا  
 پھر گھٹا اٹھی تمنائے سببو جلنے لگی  
 اک ستارہ ٹوٹے کر معبود ظلمت بن گیا  
 اک تجلی آئینے کے روبرو جلنے لگی  
 دیکھنا ساغر خرام یار کی نیرنگیاں  
 آج پھولوں میں بھی پروانوں کی خو جلنے لگی



ہر شے ہے پر ملال بڑی تیز دھوپ ہے  
 ہر لب پہ ہے سوال بڑی تیز دھوپ ہے  
 چکرا کے گر نہ جاؤں میں اس تیز دھوپ میں  
 مجھ کو ذرا سنبھال بڑی تیز دھوپ ہے  
 دے حکم بادلوں کو خیاباں نشیں ہوں میں  
 جام و سبو اچھال بڑی تیز دھوپ ہے  
 ممکن ہے ابر رحمت یزداں برس پڑے  
 زلفوں کی چھاؤں ڈال بڑی تیز دھوپ ہے  
 اب شہر آرزو میں وہ رعنائیاں کہاں  
 ہیں گل گدے نڈھال بڑی تیز دھوپ ہے  
 سچھی ہے جس سایہ امید عقل خام!  
 ساغر کا ہے خیال بڑی تیز دھوپ ہے



امید کے موتی ارزاں ہیں درویش کی جھولی خالی ہے  
پھولوں سے مہکتے داماں ہیں درویش کی جھولی خالی ہے  
احساس صفائی پتھر ہے ایمان سلگتی دھونی ہے  
بے رنگ مزاج دوراں ہیں درویش کی جھولی خالی ہے  
بے نور مروت کی آنکھیں بے کیف عنایت کے جذبے  
ہر سمت بدلتے عنوان ہیں درویش کی جھولی خالی ہے  
گڈری کے پھٹے ٹکڑے ساغر اجرامِ تخیل کیا ڈھانپیں  
فریاد کے نقطے حیراں ہیں درویش کی جھولی خالی ہے



بہار سرو و سمن فردہ ، گلوں کی نگہت تڑپ رہی ہے  
قدم قدم پر الم کدے ہیں ، نگار عشرت تڑپ رہی ہے  
شعور کی مشعلیں جلائیں ، اٹھو ستاروں کے ساز چھیڑیں  
کرن کرن کی حسین مورت ، بحال ظلمت تڑپ رہی ہے  
کبھی شبستاں کے رہنے والو! غریب کی جھونپڑی بھی دیکھو  
خزاں کے پتوں کی جھانجھنوں میں کسی کی عصمت تڑپ رہی ہے  
خیال کی چاندنی ہے پھیکی ، نگاہ کے زاویے ہراساں  
ہے شورِ مبہم صفاتِ نغمہ نوائے فطرت تڑپ رہی ہے  
وتار یزداں ، نہ حسن انساں ضمیر عالم بدل گیا ہے  
کہیں مشیت پی نیند طاری ، کہیں معیشت تڑپ رہی ہے





جام	کلکراؤ	!	وقت	نازک	ہے
رنگ	چھلکاؤ	!	وقت	نازک	ہے
حسرتوں	کی	حسین	قبروں		پہ
پھول	برساؤ	!	وقت	نازک	ہے
اک	فریب	اور	زندگی	کے	لیے
ہاتھ	پھیلاؤ	!	وقت	نازک	ہے
رنگ	اڑنے	لگا	ہے	پھولوں	کا
اب	تو	آجاؤ	!	وقت	نازک
تشنگی	تشنگی		ارے		تو بہ!
زلف	لہراؤ	!	وقت	نازک	ہے
بزم	ساغر	ہے	گوش	بر	آواز
کچھ	تو	فرماؤ	!	وقت	نازک



آہن کی سرخ تال پہ ہم رقص کر گئے  
تقدیر تیری چال پہ ہم رقص کر گئے  
پنچھی بنے تو رفعت افلاک پر اڑے  
اہل زمیں کے حال پہ ہم رقص کر گئے  
کانٹوں سے احتجاج کیا ہے کچھ اس طرح  
گلشن کی ڈال ڈال پہ ہم رقص کر گئے  
واعظ! فریب شوق نے ہم کو لبھا لیا  
فردوس کے خیال پہ ہم رقص کر گئے  
ہر اعتبار حسن نظر سے گزر گئے  
ہر حلقہ ہائے جال پہ ہم رقص کر گئے  
مانگا بھی کیا تو قطرۂ چشم تصرفات  
ساغر ترے سوال پہ ہم رقص کر گئے



اشک رواں نہیں ہیں ندامت کے پھول ہیں  
 روٹھے ہوئے بہار سے رحمت کے پھول ہیں  
 ہیں داغہائے دل کی شبہات لیے ہوئے  
 شاید یہی ہو باغِ محبت کے پھول ہیں  
 ڈسنے لگی ہیں شاخِ تمنا کی کونپلیں!  
 رسوائیوں کے خارِ معیشت کے پھول ہیں  
 رقصاں ہیں رنگِ رنگِ خیابانِ زندگی  
 پنہاں کہانیوں میں حقیقت کے پھول ہیں  
 دیوانگانِ کاکلِ ساقی سے مانگیے  
 وحشت کی وادیوں میں فراست کے پھول ہیں  
 ایوانِ گلِ فشاں کے مکینو ذرا سنو  
 ان جھونپڑوں میں بھی کہیں فطرت کے پھول ہیں  
 کہتے ہوئے سنے ہیں سخنِ آشنائے وقت  
 ساغر کے شعرِ بزمِ لطافت کے پھول ہیں



چمن	پہ	دام	پہ	درویش	مسکراتا	ہے
ہر	اک	مقام	پہ	درویش	مسکراتا	ہے
صراحی	بزم	میں	جب	قہقہے	اگلتی	ہے
سکوت	جام	پہ	درویش	مسکراتا	ہے	
ہزار	حشر	اٹھا	اے	تغیر	دوراں!	
ترے	حرام	پہ	درویش	مسکراتا	ہے	
شفق	میں	خون	شہیداں	کا	رنگ	شامل
فروغ	شام	پہ	درویش	مسکراتا	ہے	
کھ	خدا	سے	شکایت	کبھی	گلہ	تجھ
مذاق	عام	پہ	درویش	مسکراتا	ہے	
ہوس	مشیر	ہو	جس	بادشاہ	کی	ساغر
تو	اس	غلام	پہ	درویش	مسکراتا	ہے



آزایوں کے نام پہ رسوائیاں ملیں  
مشکل سے تیرے درد کی پنہائیاں ملیں  
ساقی نے جھوٹ بولا ہے فصل بہار کا  
گلشن میں صرف آغ کی انگڑائیاں ملیں  
مجھ کو ملے ہیں قریہِ مہتاب میں گرڑھے  
تجھ تو پتھروں میں بھی رعنائیاں ملیں  
ہم نے انھیں کو صورت جاناں بنا لیا  
دیوار آرزو پہ جو پرچھائیاں ملیں  
ان پر ثار محفل ہستی کی رونقیں  
اے دوست میکدے میں جو تنہائیاں ملیں  
ہر تجربے میں ساغرِ مے کا جواز ہے  
ہر فلسفے میں زلف کی گہرائیاں ملیں



پوچھا کسی نے حال کسی کا تو رو دیے  
پانی میں عکس چاند کا دیکھا تو رو دیے  
نغمہ کسی نے ساز پر چھیڑا تو رو دیے  
غنجہ کسی نے شاخ سے توڑا تو رو دیے  
اڑتا ہوا غبار سر راہ دیکھ کر  
انجام ہم نے عشق کا سوچا تو رو دیے  
بادل فضا میں آپ کی تصویر بن گئے  
سایہ کوئی خیال سے گزرا تو رو دیے  
رنگ شفق سے آگ شگونوں میں لگ گئی  
ساغر ہمارے ہاتھ سے چھلکا تو رو دیے





پھول	جلتے	ہیں	ہار	جلتے	ہیں
چاندنی	کے	مزار	جلتے	ہیں	ہیں
اے	مصور	یہ	کیا	تماشا	ہے
رنگ	سے	شاہکار	جلتے	ہیں	ہیں
روکیے	برقرار	کاکل	کو	ہیں	ہیں
دیکھیے!	لالہ	زار	جلتے	ہیں	ہیں
مدتوں	سے	ہے	سرد	میخانہ	ہیں
دیر	سے	میگسار	جلتے	ہیں	ہیں
تیرے	آنچل	کی	مست	چھاؤں	میں
بے	خودی	کے	دیار	جلتے	ہیں
کچھ	پتنگے	چراغ	کی	لو	پر
کتنے	بے	اختیار	جلتے	ہیں	ہیں
فکر	ساغر	کی	گرمیاں	مت	پوچھ
اس	چتا	میں	نگار	جلتے	ہیں



پھولوں کو آگ لگ گئی نعمات جل گئے  
سورج کی تیز دھوپ میں لمحات جل گئے  
ساقی کی نگہ کرم ہے تعمیر میکدہ  
گیسو اڑے چراغ خرابات جل گئے  
اب دامن حیات میں کچھ بھی نہیں رہا  
فردا کی سردا آگ میں حالات جل گئے  
کلیاں چمک رہی ہیں کہ شاخوں پہ آبلے  
غنجوں کی نکلتوں سے مرے ہاتھ جل گئے  
اب کے برس بہار بصیرت کو ڈس گئی  
فکر و نظر کے جھومتے باغات جل گئے  
ساغر لے لے ہیں ستارے بجھے بجھے  
شاید مرے نصیب کے دن رات جل گئے



ساقی اک نگاہ کے افسانے بن گئے  
کچھ پھول ٹوٹ کر مرے پیمانے بن گئے  
کاٹی جہاں تصور جاناں میں ایک شب  
کہتے ہیں لوگ اس جگہ بت خانے بن گئے  
جن پر نہ سائے زلف غزالاں کے پڑ سکے  
احساس کی نگاہ میں ویرانے بن گئے  
جو پی سکے نہ سرخ لبوں کی تجلیاں  
دنیا کے تجربات سے انجانے بن گئے  
ساغر وہی مقام ہے اک منزل فراز  
اپنے بھی جس مقام پر بیگانے بن گئے



آلام کی یورش میں بھی خورسند رہے ہیں  
نیرنگی حالات کے پابند رہے ہیں  
آفاق میں گونجی ہے مری شعلہ نوائی  
نالے مرے افلاک کا پیوند رہے ہیں  
ڈالی ہیں تیرے خاک نشینوں نے کمندیں  
ہر چند محلات کے در بند رہے ہیں  
ہر دور میں دیکھا ہے مری فکر رسا نے  
کچھ لوگ زمانے کے خداوند رہے ہیں  
ساغر نہ ملی منزل منزل مقصود خرد کو  
ہاں قافلہ سالار جنوں مند رہے ہیں



تڑپ کر سوز دل کو جلوہ سماں کر لیا میں نے  
 بت بے نور تھی دنیا چراغاں کر لیا میں  
 خدا رکھے یہ طرز جور باقی تم نہ شرماؤ  
 اب اپنی آرزوؤں کو پشیاں کر لیا میں نے  
 اٹھ کر چوم لی چند مرجھائی ہوئی کلیاں  
 نہ تم آئے تو یوں جشن بہاراں کر لیا میں نے  
 کسی کے اک تبسم پر اساس زندگی رکھ لی  
 شراروں کو نشیمن کا نگہبان کر لیا میں نے  
 ابھی تک بے کفن سی ہے مری وحشت کی عریانی  
 یہ کس امید پر گھر کر بیاباں کر لیا میں نے  
 تنگھی ساغر بکف میں وجد میں آیا جو لہرا کر  
 تو اپنے ساتھ دنیا کو بھی رقصاں کر لیا میں نے



بن	گئے	اشک	جنا	کی	تصویر
کھنچ	گئی	آج	صد	کی	تصویر
احتیاط	دل		عاشق		لازم
ٹوٹ	جاتی	ہے	وفا	کی	تصویر
فصل	گل	اور	چٹکتے		غنیچے
تیری	مخمور	ادا	کی		تصویر
پھر	بجا	نالہ	و	شیون	کا
رقص	کرتی	ہے	صبا	کی	تصویر
جگمگاتی	ہے	غم	ہستی		کے
رنگ	و	روغن	سے	قضا	کی
بول	اٹھی	تری	لے	میں	ساغر
آسمانوں	پہ	دعا	کی		تصویر





تدبیر کا کارہ ہے تقدیر گداگر ہے  
 ایوان سخاوت کی تعمیر گداگر ہے  
 سو رنگ بھرے اس میں پھر بھی یہ رہی مورت  
 احساس تصور میں تصویر گداگر ہے  
 حالات کے دامن میں افلاس تغیر ہے  
 اس دور میں انسان کی توقیر گداگر ہے  
 اب شہر بصیرت کی اونچی ہوئی دیواریں  
 چڑھتے ہوئے سورج کی تنویر گداگر ہے  
 ہر داغ تمنا ہے کسکول غم ہستی  
 آہوں سے شکایت ہے تاثیر گداگر ہے  
 فنکار کی ہر صورت دیوزہ نغمہ ہے  
 ساغر در زنداں پر زنجیر گداگر ہے



تفریق نے جادو ہی جگایا ہے بلا کا  
 خطرے میں ہے اے یار چمن مہر و وفا کا  
 توہین ہے درویش کا اس شہر میں جینا  
 ہو فاقہ کشی نام جہاں صبر و رضا کا  
 اب تک کا تفکر غم تقدیر کا چارہ  
 سینے میں پتہ رکھتے ہیں جو ارض و سما کا  
 جی چاہتا ہے اے میرے افکار کی مورت  
 ملبوس بنا دوں تجھے تاروں کی ردا کا  
 محفوظ رہیں میرے گلستاں کی فضا میں  
 ہو قتل گل و لالہ تقاضا ہے صبا کا  
 جلتے ہوئے دیکھے وہی معصوم شگونی  
 تھا جن کو بھروسہ ترے دامن کی ہوا کا  
 کچھ سرد ہی آہیں تو ڈوبتے آنسو!  
 ساغر یہ صلا تجھ کو ملا سوز نوا کا!



تغیرات سے دنیا سنگار کرتی ہے  
یہ چاند توڑ کے جھومر میں رنگ بھرتی ہے  
اسی کلی سے ہے تاریخ گلستاں روشن  
جو باغباں کے لہو سے ذرا نکھرتی ہے  
جسے نہ زہر جنوں کی ذرا سی چاٹ لگے  
وہ بے شعور محبت ضرور مرتی ہے  
دلوں کے بجھتے چراغوں کو نور دیتی ہے  
وہ تیرگی جو تری زلف سے بکھرتی ہے  
ہماری جنت تخیل سے گزر جائے  
بہار بن کے قیامت اگر گزرتی ہے  
طلوع مہر ترے آستاں پہ ہوتا ہے  
کرن کرن تیری دہلیز پہ اترتی ہے



گئی	بن	دنیا	وہ	چاہا	جو	تم
گئی	بن	کجرا	کا	پھولوں		دیکھیے!
دل	تھا	نغمہ	مائل	کچھ	یوں	رات
گئی	بن	تمنا		ساز		چاندنی
سکا	مل	عنوان	نہ	صورت	کسی	جب
گئی	بن	صحرا	نام	بے		آرزو
کچھ	فرق	ہے	نہیں	میں	و دریا	موج
گئی	بن	دریا	تو	لہرائی		موج
حضور	لیں	رکھ	اسے	ہم	یا دیں	توڑ
گئی	بن	کاسہ	کا	مفلس		زندگی
چھینٹ	ایک	کر	اڑ	سے	جام	مرے
گئی	بن	نقشہ	کا	ماتھے	کے	صبح
کہیں	کیا	ساغر	بات	کی		زندگی
گئی	بن	تقاضا	تھی	تمنا		اک



کا	فقیروں	نہیں	کچھ	مدعا
کا	فقیروں	دوا	ہے	درد
بابا	صدا	نہیں	کچھ	اور
کا	فقیروں	بھلا	کر	ہو
ہیں	ہنتے	چہ	تنہائیوں	اپنی
کا	فقیروں	آشنا	ہے	کون
جانے	خدا	خبر	کی	منزلوں
کا	فقیروں	راہنما	ہے	عشق
ہے	خالی	خالی	مدت سے	ایک
کا	فقیروں	التجا		کاسہ
گے	ہوں	میں	حدود	میکدے
کا	فقیروں	پتا	بتائیں	کیا
ساغر	گلتیں	کی	جاناں	زلف
کا	فقیروں	آسرا	گئیں	بن



ہیں	مانگتے	ہوا	کی	دامن	تیرے
ہیں	مانگتے	دعا	کی	جینے	ہم بھی
نغمہ		اچھوتا	کوئی		مطربو!
ہیں	مانگتے	صدا	و	آہنگ	ساز
مچلے	پجاری	کے		کعبہ	صحن
ہیں	مانگتے	خدا	میں		آستینوں
اکثر	جھروکے	کے	انجم	و	ماہ
ہیں	مانگتے	دعا	کی	عارض	کس کے
جاگی	خدائی	میں		پتنگوں	پھر
ہیں	مانگتے	نما		حشر	شعلہ
نہیں	خیرات	کوئی		پرور!	بندہ
ہیں	مانگتے	صلہ	کا	وفاؤں	ہم
ساغر	کلیسا	کہ	ہو	کدہ	مے
ہیں	مانگتے	بھلا	کا	دنیا	ساری



ایسی تجلیاں ہیں کہاں آفتاب میں  
انوار خاص ہیں مرے جام شراب میں  
یزداں نے مسکرا کے بڑی دیر میں لکھا  
اک لفظ آرزو میرے دل کی کتاب میں  
اب ذوق دید میں ہے شعور حیات تو  
جلووں کو احتیاط سے رکھو کتاب میں  
محبوب تیرے حسن سے غنچوں کی آبرو  
خوشبو ترے بدن کی بسی ہے گلاب میں  
ہے باغباں کی ترچھی نظر اتنی بات پر  
شعلوں کا ذکر آگیا شبنم کے باب میں  
سافر کسی کی یاد میں جب اشک بار تھے  
کتنے حسین دن تھے جہانِ خراب میں



تیری نظر کے اشاروں سے کھیل سکتا ہوں  
جگر فروز شراروں سے کھیل سکتا ہوں  
تمہارے دامن رنگین کا آسرا لے کر  
چمن کے مست نظاروں سے کھیل سکتا ہوں  
کسی کے عہد محبت کی یاد باقی ہے  
بڑے حسین سہاروں سے کھیل سکتا ہوں  
مقام ہوش و خرد انتقام وحشت سے  
جنوں کی رہگزاروں سے کھیل سکتا ہوں  
مجھے خزاں کے بگولے سلام کرتے ہیں  
حیا فروش چناروں سے کھیل سکتا ہوں  
شراب و شعور کے دریا میں ڈوب کر ساغر  
سرور و کیف کے دھاروں سے کھیل سکتا ہوں





چشم ساقی کی عنایات پہ پابندی ہے  
 ان دنوں وقت پہ حالات پہ پابندی ہے  
 بکھری بکھری ہوئی زلفوں کے فسانے چھیڑو  
 میکشو! عہد خرابات پہ پابندی ہے  
 دل شکن ہو کے چلے آئے تری محفل سے  
 تیری محفل میں تو ہر بات پہ پابندی ہے  
 درد اٹھا ہے لہو بن کے اچھلنے کے لیے  
 آج تک کہتے ہیں جذبات پہ پابندی ہے  
 ہر تمنا ہے کوئی ڈوبتا لمحہ ہے  
 ساز مغموم ہیں نغمات پہ پابندی ہے  
 کہکشاں بام ثریا کے تلے سوئی ہے  
 چاند بے رنگ سا ہے رات پہ پابندی ہے  
 آگ سینوں میں لگی ، ساغر و مینا چھلکے  
 کوئی کہتا تھا کہ برسات پہ پابندی ہے



ترے غم کی تلاوت کر رہے ہیں  
 ستاروں سے شکایت کر رہے ہیں  
 جنوں کے تجربوں کی نگہداری  
 بہ اندازِ فراست کر رہے ہیں  
 ترے شانوں پہ تابندہ نشاٹے  
 بہاروں کی سخاوت کر رہے ہیں  
 نہ دے ہمت ہمیں مدہوشیوں کی  
 ذرا پی کر عبادت کر رہے ہیں  
 سحر کے بعد بھی شمعیں جلاؤ  
 کہ پروانے شرارت کر رہے ہیں  
 خداوندانِ گلشن یہ  
 بہاروں سے بغاوت کر رہے ہیں  
 مرتب غم کے افسانوں سے ساغر  
 مسرت کی حکایت کر رہے ہیں



موجیں ہیں اور بادہ گساروں کے قافلے  
 رقصاں ہیں مست کناروں کے قافلے  
 ہنسم ہنسم کے آ رہی ہیں نگاروں کی نکلتیں  
 رک رک کے چل رہے ہیں بہاروں کے قافلے  
 یوں کاروانِ زیست رواں ہے کہ ساتھ ساتھ  
 افتاد میں ہیں رہگذاروں کے قافلے  
 پلکوں پہ جم رہی ہے غمِ زندگی کی اوس  
 باہوں میں سو گئے ہیں سہاروں کے قافلے  
 محسوس ہو رہا یہ پھولوں کو دیکھ کر  
 گھبرا کے سو گئے ہیں شراروں کے قافلے  
 اے یار تیری زلف پریشاں کو دیکھ کر  
 بے تاب ہو گئے ہیں چناروں کے قافلے  
 اے جان انبساطِ تجلی دھائی ہے  
 آ جا کہ لٹ چلے ہیں ستاروں کے قافلے  
 ہے صحنِ آرزو میں لٹی چاندنی کی دھول  
 ساغر چلے گئے مرے یاروں کے قافلے



ہیں	آتے	جام	میں	تصور	جب
ہیں	آتے		مقام		آفتابی
غنچے	پر	شاخ	ہیں	چمکتے	یوں
ہیں	آگے	سلام	کے	ان	جیسے
کر	نہ	غور	پر	نادانیوں	دل
ہیں	آتے	کام	بھی	سکے	کھوٹے
میں		نوجوانی		لمحات	چند
ہیں	آتے			الاحترام	واجب
والے		خرد	میں	عشق	منزل
ہیں	آتے	گام	چار	دو	صرف
ساغر		میں		حیات	داستان
ہیں	آتے	نام	کے	وفاؤں	بے



تیری دنیا میں یا رب زیت کے سامان جلتے ہیں  
 فریب زندگی کی آگ میں انسان جلتے ہیں  
 دلوں میں عظمت توحید کے دپک فردہ ہیں  
 جبینوں پر دیا و کبر کے سامان جلتے ہیں  
 ہوس کی باریابی ہے خردمندوں کی محفل میں  
 روپہلی نکلیوں کی اوٹ میں ایمان جلتے ہیں  
 حوادث رقص فرما ہیں ، قیامت مسکراتی ہے  
 سنا ہے ناخدا کے نام سے طوفان جلتے ہیں  
 شگونے جھولتے ہیں اس چمن میں بھوک کے جھولے  
 بہاروں میں نشیمن تو بہر عنوان جلتے ہیں  
 کہیں پا زیب کی چھن چھن میں مجبوری تڑپتی ہے  
 ریا دم توڑ دیتی ہے سنہرے دان جلتے ہیں  
 مناؤ جشن مے نوشی بکھیرو زلف مے خانہ!  
 عبادت سے تو ساغر دہر کے شیطان جلتے ہیں



آدمی	راہنما	آدمی	راہزن
آدمی	خدا ہے	چکا بن رہا	با
پردازیاں	کار	تخلیق کی	ہائے
آدمی	کہہ دیا	چیز سی	خاک
زائچے	وہاں کے	جنتوں گئے	کھل
آدمی	چلا جب	کر جھوم	دو
بقا	و شہود	خانقاہ	زندگی
آدمی	فنا	مزار لوح	اور
سماں	کا رخصتی	کی چاند	صحدم
آدمی	ڈوبتا میں	بحر طرح	جس
واسطے	کے تقدیس	کی فرشتوں	کچھ
آدمی	جفا کی	آدمی گیا	سہم
فلک	در فلک	رہے گی	گوخجی
آدمی	صدا ایسی	کی مشیت	ہے
پوجتے	پوجتے	مورتیں کی	اس
آدمی	گیا بن	سی تصویر	ایک



چاندنی	کو	رسول	کہتا	ہوں
بات	کو	با اصول	کہتا	ہوں
جگمگاتے	ہوئے	ستاروں		کو
تیرے	پاؤں	کی	دھول	کہتا
جو	چمن	کی	حیات	کو
اس	کلی	کو	بول	کہتا
اتفاقاً	تمہارے	ملنے		کو
زندگی	کا	حصول	کہتا	ہوں
آپ	کی	سانولی	سی	مورت
ذوق	یزداں	کی	بھول	کہتا
جب	میسر	ہوں	ساغر	و
برق	پاروں	کو	پھول	کہتا



فریاد کے تقاضے ہیں نغمہ سخن میں  
الفاظ سو گئے ہیں کاغذ کے پیرہن میں  
ہر آن ڈس رہی ہیں ماضی کی تلخ یادیں  
محسوس کر رہا ہوں بے چارگی وطن میں  
ٹکڑا کوئی عطا ہو احرام بندگی کا  
سورخ پڑ گئے اخلاص کے کفن میں  
اے پاسبان گلشن تجھ کو خبر نہیں ہے  
شعلے بھڑک رہے ہیں پھولوں کی انجمن میں  
اے یار تیرے غم سے فرصت اگر ملی تو  
تبدیلیاں کروں گا اس عالم کہن میں





جاؤ	پی	گھٹائیں	کی	زلفوں
جاؤ	پی	پلائیں	جو بھی	وہ
خزاں	جور	دہان	تشہ	اے
جاؤ	پی	ادائیں	کی	پھولوں
مارو	کے		دوراں	تاریکی
جاؤ	پی	ضیائیں	کی	صبحوں
ہے	نشہ	بھی	رس	نغمات
جاؤ	پی	صدائیں	کی	بربط
بدلے	کے		شرابوں	مخمور
جاؤ	پی		خطائیں	رنگین
نہیں	ٹھیک	مچلنا	کا	اشکوں
جاؤ	پی	دعائیں	چین	بے
میں	ساغر	ٹوٹے	کے	احساس
جاؤ	پی	وفائیں	کی	یاروں



نظر نظر بیقرار سی ہے نفس نفس پر اسرار سا ہے  
 میں جانتا ہوں کہ تم نہ آؤ گے پھر بھی کچھ انتظار سا ہے  
 میرے عزیزو! میرے رفیقو! کوئی نئی داستان چھیڑو  
 غم زمانہ کی بات چھوڑو یہ غم تو اب سازگار سا ہے  
 وہی فرد سا رنگ محفل وہی ترا اک عام جلوہ  
 میری نگاہوں میں با ر سا تھا میری نگاہوں میں بار سا ہے  
 کبھی تو آؤ کبھی تو بیٹھو کبھی تو دیکھو کبھی تو پوچھو  
 تمہاری بستی میں ہم فقیروں کا حال کیوں سوگوار سا ہے  
 چلو کہ جشن بہار دیکھیں کہ ظرف بہار جانچیں  
 چمن چمن روشنی ہوئی ہے کلی کلی پہ نکھار سا ہے  
 یہ زلف بر دوش کون آیا یہ کس کی آہٹ سے گل کھلے ہیں  
 مہک رہی ہے فضائے ہستی تمام عالم بہار سا ہے



روشن ہمیں سے منزل ہستی کے مرحلے  
 ہم کارواں کے ساتھ بہت دور تک چلے  
 اس شام غم کے بعد ہے اک ایسا راستہ  
 جس میں چراغ جلتے ہیں ظلمات کے لیے  
 اک عہد نو بھی اپنا مداوا نہ کر سکا  
 لطف و عطا کی گود میں جور و ستم چلے  
 چھیڑیں کسی کے گیسوئے برہم کی داستاں  
 رنج و الم کی رات کسی طرح تو ٹلے  
 جلتی رہیں دیار محبت کی مشعلیں  
 کی جانے آفتاب تمنا کہاں ڈھلے  
 پھرتے ہیں لوگ چاک گریبان گلی گلی  
 مجروح زندگی کو لگائے ہوئے گلے  
 ساغر سلگ رہی ہے شگونوں کی چاندنی  
 سیر چمن کو نکلے ہیں دو چار دل جلے



ہم بخود و سرشار سدا زندہ رہیں گے  
حالات کے میخوار سدا زندہ رہیں گے  
کچھ واقف آداب محبت نہیں مرتے  
کچھ صاحب اسرار سدا زندہ رہیں گے  
احساس کے پھولوں کو خزاں چھو نہیں سکتی  
الفت کے چمن زار سدا زندہ رہیں گے  
ہے اپنا جنوں عظمت دوراں کی کہانی  
عظمت کے طلبگار سدا زندہ رہیں گے  
نسبت ہے جہاں میں غم انسان سے جن کو  
وہ دیدہ بیدار سدا زندہ رہیں گے  
ہے قصر حقیقت میں ترے دم سے اجالا  
ساغر ترے افکار سدا زندہ رہیں گے



لوگ	ہم	ہیں	چراغ	کے	رنگدور
لوگ	ہم	ہیں	سراغ	اپنا	آپ
دوست	ہیں	رہے	بجھ	ہیں	جل رہے
لوگ	ہم	ہیں	داغ	کا	کسی سینے
ہیں	پلاتے	مگر	ہیں	تھی	خود
لوگ!	ہم	ہیں	ایاغ	کے	میکدے
ہیں!	کہتے	دوست	بھی	کو	دشمنوں
لوگ	ہم	ہیں	دماغ	عالی	کتنے
ہمیں	دیکھ	نہ	سے	تحقیر	چشم
لوگ	ہم	ہیں	فراغ	کا	دامنوں
ساغر	ہے	نصیب	جھونکا	ایک	
لوگ	ہم	ہیں	چراغ	کے	اس گلی



یقین کر کہ یہ کہنہ نظام بدلے گا  
مرا شعور مزاج عوام بدلے گا  
یہ کہہ رہی ہیں فضا ئیں بہار ہستی کی  
نیا طریق قفس اور دام بدلے گا  
نفس نفس میں شرارے سے کروٹیں لیں گے  
دلوں میں جذبہ محشر خرام بدلے گا  
مروتوں کے جنازے اٹھائے جائیں گے  
سنا ہے ذوق سلام و پیام بدلے گا  
دل و نظر کو عطا ہوں گی مستیاں ساغر  
یہ بزم ساقی یہ بادہ یہ جام بدلے گا



آیا	یاد	قمر	و	خورشید	رشمک
آیا	و	یا	مست	رخ	شعلہ
رہے	ہی	چھلکتے	سے	آنکھوں	اشک
آیا	یاد	تر	گل	وہ	جب
غالب		بیاض	جو	کھولی	آج
آیا	یاد	گہر	و	لعل	معدن
دیکھا		نشیمن	تو	چمکی	برق
آیا	یاد	ثمر	تو	ٹوٹی	شاخ
ہیں	اٹھے	مہک	کے	سینے	زخم
آیا	یاد	جگر	و	قلب	راحت
ساغر	دیکھا	جو	سمت	کی	چاند
آیا	یاد	سفر	کا	ارماں	اپنے



خطا وار مروت ہو نہ مرہونِ کرم ہو جا  
 مسرت سر جھکائے گی پرستارِ الم ہو جا  
 انہی بے ربط خوابوں سے کوئی تعبیر نکلے گی  
 انہی ابھی ہوئی راہوں میں میرا ہم قدم ہو جا  
 کسی زردار سے جنس تبسم مانگنے والے  
 کسی بیکس کے لاشے پر شریکِ چشمِ غم ہو جا  
 کسی دن ان اندھیروں میں چراغاں ہو ہی جائے گا  
 جلا کر داغِ دل کوئی ضیائے شامِ غم ہو جا  
 تجھے سلجھائے گا اب انقلابِ وقت کا شانہ  
 تقاضائے جنوں ہے گیسوئے دوراں کا خم ہو جا  
 تجسس مرکزِ تقدیر کا قائل نہیں ہوتا  
 شعورِ بندگی بے گانہ دیر و حرم ہو جا  
 یہ منزل اور گردِ کارواں ساغرِ کہاں اپنے  
 سمٹ کر رہگذارِ وقت پر نقشِ قدم ہو جا





ذرا کچھ اور قربت زیر داماں لڑکھڑاتے ہیں  
 مئے شعلہ فگن پی کر گلستاں لڑکھڑاتے ہیں  
 تخیل سے گزرتے ہیں تو نغمے چونک اٹھتے ہیں  
 تصور میں بہ انداز بہاراں لڑکھڑاتے ہیں  
 قرار دین و دنیا آپ کی بانہوں میں لرزاں ہیں  
 سہارے دیکھ کر زلف پریشاں لڑکھڑاتے ہیں  
 تری آنکھوں کے افسانے بھی پیانے ہیں مستی کے  
 بنام ہوش مدہوشی کے عنوان لڑکھڑاتے ہیں  
 سنو! اے عشق میں توقیر ہستی ڈھونڈنے والو  
 یہ وہ منزل ہے جس منزل پہ انساں لڑکھڑاتے ہیں  
 تمہارا نام لیتا ہوں فضائیں رقص کرتی ہیں  
 تمہاری یاد آتی ہے تو ارماں لڑکھڑاتے ہیں  
 کہیں سے میکدے میں اس طرح کے آدمی لاؤ  
 کہ جن کی جنہشِ ابرو سے ایماں لڑکھڑاتے ہیں  
 یقیناً حشر کی تقریب کے لمحات آ پہنچے  
 قدم ساغرِ قریب کوئے جاناں لڑکھڑاتے ہیں



ذوق طغیان میں ڈھل کے دیکھ کبھی  
 موج بن کے اچھل کے دیکھ کبھی  
 تو صاف تو تو اس سمندر میں  
 سنگریزے نکل کے دیکھ کبھی  
 آتش آرزو عجب شے ہے  
 اس کی ٹھنڈک میں جل کے دیکھ کبھی  
 خشک صحرا بھی رشک گلشن ہے  
 اپنے گھر سے نکل دیکھ کبھی  
 اے گرفتار رہبر و منزل  
 بے ارادہ بھی چل کے دیکھ کبھی  
 زندگی کی مٹھاس کے ہمراہ  
 زہر غم کو نکل کے دیکھ کبھی  
 ہے بہاروں کی جستجو ساغر  
 خار زاروں میں چل کے دیکھ کبھی



دستور یہاں بھی اندھے ہیں فرمان بھی اندھے ہیں  
تقدیر کے کالے کمبل میں عظمت کے فسانے لپٹے رہیں  
مضمون یہاں بھی بہرے ہیں عنوان بھی اندھے ہیں  
زردار توقع رکھتا ہے نادار کی گاڑھی محنت پر  
مزدور یہاں بھی دیوانے ذیشان بھی اندھے ہیں  
کچھ لوگ بھروسہ کرتے ہیں تسبیح کے چلتے دانوں پر  
بے چین یہاں یزداں کا جنوں انسان بھی اندھے ہیں  
بے نام جفا کی راہوں پر کچھ خاک سی اڑتی دیکھی ہے  
حیران ہیں دلوں کے آئینے نادان بھی اندھے ہیں  
بے رنگ شفق سی ڈھلتی ہے بے نور سویرے ہوتے ہیں  
شاعر کا تصور بھوکا ہے سلطان بھی اندھے ہیں



جفا و جور و ستم انتخاب کر لیں گے  
تمہاری زلف کے خم انتخاب کر لیں گے  
کسی تو کریں دیار دل روشن  
چراغ شام عدم انتخاب کر لیں گے  
میں سوچتا ہوں یہ فاقوں میں ڈوبتے سورج  
فریب ابر کرم انتخاب کر لیں گے  
چلے چلو کہ تجسس کا نام ایماں ہے  
خدا نہیں تو صنم انتخاب کر لیں گے  
جو منزلیں نہ ملیں رہگذار ہستی میں  
کسی کا نقش قدم انتخاب کر لیں گے



گل	کو	شبِ نیم	سے	آگ	لگ	جائے
موج	کو	رم	سے	آگ	لگ	جائے
بزم	تقدیس	کی	فضاؤں			میں
حسن	برہم	سے	آگ	لگ		جائے
ایسے	زخموں	کا	کیا	کرے		کوئی
جن	کو	مرہم	سے	آگ	لگ	جائے
کاش!	اے	زندگی	کی			رقاصہ
تیری	چھم	چھم	سے	آگ	لگ	جائے
دل	کی	بے	تاب	آہٹوں	میں	ندیم
زلف	برہم	سے	آگ	لگ		جائے
چاندنی	کے	سہاگ	میں			ساغر
چشم	پرہم	سے	آگ	لگ		جائے



جو حادثے یہ جہاں میرے نام کرتا ہے  
مرا شعور انھیں نذر جام کرتا ہے  
ہمارے چاک گریبان سے کھیلنے والو  
ہمیں بہار کو سورج سلام کرتا ہے  
ہمیں سے قوس قزح کو ملی ہے رنگینی  
ہمارے در پہ زمانہ قیام کرتا ہے  
پہ میکدہ ہے یہاں کی ہر ایک شے کا حضور  
غم حیات بہت احترام کرتا ہے  
یہی شراب ، یہی بے نظیر شے ساقی  
اسی کا رنگ ہمیں لالہ فام کرتا ہے  
فقیہ شہر نے تہمت لگائی ساغر پر  
یہ شخص درد کی دولت کو عام کرتا ہے



کچھ کیف سحر ہے نہ مجھے شام کا نقشہ  
 ہے میرے لیے بادۂ بے نام کا نقشہ!  
 آنکھوں سے چھلکتے ہوئے عرفاں کے ترانے  
 زلفوں سے برستا ہوا الہام کا نقشہ  
 ہر گام لرزتے ہوئے تدبیر کے پیکر  
 تقدیر کی آنکھوں میں ہے آلام کا نقشہ  
 ہر دل میں تڑپتے ہوئے ارماں کی کہانی  
 پر آنکھ میں خون دل ناکام کا نقشہ  
 پھر ڈوب گیا گیسوئے جاناں کی مہک میں  
 دو دن تو رہا گردشِ ایام کا نقشہ  
 ہیں شیشہ و ساغر کے یہاں رنگ انوکھے  
 ہے ایک یہاں بادۂ گلنار کا نقشہ



شعلہ سامان کھلونوں سے بہل جاتا ہے  
ہائے انسان کھلونوں سے بہل جاتا ہے  
حسن بت ساز کھلونوں کا پرانا خالق  
عشق انجان کھلونوں سے بہل جاتا ہے  
ہم بہر حال حقیقت کو سمجھ لیتے ہیں  
دل ہے نادان کھلونوں سے بہل جاتا ہے  
جو ترے غم کی ندامت نہ اٹھا سکتا ہو  
وہ پشیمان کھلونوں سے بہل جاتا ہے  
موج گریہ سے لپٹ جاتے ہیں وعدے ان کے  
غم کو طوفان کھلونوں سے بہل جاتا ہے  
چشم ساغر کون ہیں خواہش جنت واعظ  
ترا ایمان کھلونوں سے بہل جاتا ہے





ان بہاروں پہ گلستاں پہ ہنسی آئی ہے  
دل کے ہر داغ فروزاں پہ ہنسی آئی ہے  
آج پھر جام تہی اور گھٹا اٹھی ہے  
آج پھر رحمت یزداں پہ ہنسی آئی ہے  
میری بھگی ہوئی پلکوں کی چھاچھم پہ نہ جا  
تیرے ٹوٹے ہوئے پیماں پہ ہنسی آئی ہے  
جب کبھی مچھڑا ہوا دوست ملا ہے کوئی  
مجھ کو اخلاص عزیزاں پہ ہنسی آئی ہے  
مجھ کو اک زہر کا چھلکا ہوا ساغر دے دو  
مجھ کو اس دور کے انساں پہ ہنسی آئی ہے



کچھ	نہیں	مدعا	فقیروں	کا
درد	ہے	لا	دوا	فقیروں
اور	تو	کچھ	نہیں	صدا
ہو	بھلا	کر	بھلا	فقیروں
اپنی	تنہائیوں	پہ	ہنتے	ہیں
کون	ہے	آشنا	فقیروں	کا
منزلوں	کی	خبر	خدا	جانے
عشق	ہے	رہنما	فقیروں	کا
ایک	مدت	سے	خالی	خالی
کاسہ	التجا		فقیروں	کا
میکدے	کی	حدود	میں	ہوں
کیا	بتائیں	پتہ	فقیروں	کا
زلف	جاناں	کی	نکھتیں	ساغر
بن	گئیں	آسرا	فقیروں	کا



میں التفات یار کا قائل نہیں ہوں دوست  
سونے کے نرم تار کا قائل نہیں ہوں دوست  
مجھ کو خزاں کی ایک الٹی رات سے ہے پیار  
میں رونق بہار کا قائل نہیں ہوں دوست  
ہر شام وصل ہو نئی تمہید دلبری  
اتنا بھی انتظار کا قائل نہیں ہوں دوست  
دو چار دن کی بات نہیں زندگی کی بات  
دو چار دن کی پیار کا قائل نہیں ہوں دوست  
جس کی جھلک سے ماند ہو اشکوں کی آبرو  
اس موتیوں کے ہار کا قائل نہیں ہوں دوست  
لایا ہوں بے حساب گناہوں کی ایک فرد  
مجبور ہوں شمار کا قائل نہیں ہوں دوست  
ساغر بقدر ظرف لٹاتا ہوں نقد جوش  
ساقی سے میں ادھار کا قائل نہیں ہوں دوست



کلیوں کی مہک ہوتا تاروں کی ضیا ہوتا  
میں بھی ترے گلشن میں پھولوں کا خدا ہوتا  
ہر چیز زمانے کی آئینہ دل ہوتی  
خاموش محبت کا اتنا تو صلہ ہوتا  
تم حال پریشاں کی پرشش کے لیے آتے  
صحرائے تمنا میں میلہ سا لگا ہوتا  
ہر گام پہ کام آئے زلفوں کے تیر سائے  
یہ قافلہ ہستی بے رہنما ہوتا  
احساس کی ڈالی پہ اک پھول مہکتا ہے  
زلفوں کے لیے تم نے اک روز چنا ہوتا



گدا	قناعت	کو	بیچتے	ہیں
خدا	کی	دولت	بیچتے	ہیں
یہ	حسن	والے	قدم	پر
قرار	و	راحت	بیچتے	ہیں
عجیب	ہیں	باغباں	چمن	کے
گلوں	کی	نکھت	بیچتے	ہیں
وطن	میں	ایسے	رہنما	ہیں
مے	قیادت	کو	بیچتے	ہیں
یہ	واعظ	و	پارسا	خدایا
تیری	فضیلت	کو	بیچتے	ہیں
خرد	کا	لیتے	نام	ساغر
جنوں	کی	عظمت	بیچتے	ہیں



پریشاں عکس ہستی آئینہ بے نور دیکھا ہے  
مری آنکھوں نے افسردہ چراغ طور دیکھا ہے  
سرور و کیف کا معیار اپنی ذات ہے ساقی  
شراب درد سے ہر جام کو معمور دیکھا ہے  
بڑی مدت سے آشفتمند امیدیں یاد کرتی ہیں  
کہیں سے بزم میں یارو دل مجبور دیکھا ہے  
یہ دستور وفا صدیوں سے رائج ہے زمانے میں  
صدائے قرب دی جن کو انھی کو دور دیکھا ہے  
کہیں لخت جگر کھانے سے ساغر بھوک مٹی  
لہو کے گھونٹ پی کر بھی کوئی مخمور دیکھا ہے



گل ہوئی شمع شبستاں چاند تارے سو گئے  
 موت کے پہلو میں شام غم کے مارے سو گئے  
 بے قراری میں بھی اکثر دردِ مندانِ جنوں  
 اے فریبِ آرزو تیرے سہارے سو گئے  
 کاروبار گرمیِ دوراں کی ٹھنڈی راکھ میں  
 اے شگونیوں کے خداوند! شرارے سو گئے  
 دے رہی ہے آج بھی موجِ حوادثِ لوریاں  
 شورشِ طوفاں سے گھبرا کے کنارے سو گئے  
 جن سے نغمے تھے وفاؤں کے سراپا زندگی  
 وہ محبت کی تلاوت کے اشارے سو گئے  
 کیا نہیں معلوم تجھ کو اے مرے مغمومِ دل  
 جن سے نظریں تھیں شگفتہ وہ نظارے سو گئے  
 جن کے دم سے بزمِ ساغر تھی حریفِ کہکشاں  
 اے شبِ ہجراں کہاں وہ ماہِ پارے سو گئے



نہ جانے محتسب کیوں میکدے کا نام دیتے ہیں  
جہاں کچھ آدمی کرتے ہیں اپنے درد کا چارا  
تیرے گیسو خیالوں کی گرفت ناز سے گزرے  
کہ جیسے ایک جوگی بن میں لہراتا ہے دو تارا  
پلٹ آئے ہیں شاید انقلاب دید کے لمحے  
نظر کی وسعتوں میں ڈوبتا جاتا ہے نظارا  
فقط ایک ہات میں ٹوٹا ہوا ساغر اٹھانے سے  
لرز اٹھا ہے اے یزداں ! تری عظمت کا مینارا





نالہ حدود کوئے رسا سے گزر گیا  
اب دردِ دل علاج و دوا سے گزر گیا  
ان کا خیال بن گئیں سینے کی دھڑکنیں  
نغمہ مقامِ صوت و صدا سے گزر گیا  
اعجازِ بے خودی ہے کہ یہ حسنِ بندگی  
اک بت کی جستجو میں خدا سے گزر گیا  
انصافِ سیم و زر کی تجلی نے ڈس لیا  
ہر جرمِ احتیاجِ سزا سے گزر گیا  
الْجھی تھی عقل و ہوش میں ساغرِ رہِ حیات  
میں لے کے تیرا نام فنا سے گزر گیا



میں تلخی حیات سے گھبرا کے پی گیا  
 غم کی سیاہ رات سے گھبرا کے پی گیا  
 اتنی دقیق شے کوئی کیسے سمجھ سکے  
 یزداں کے واقعات سے گھبرا کے پی گیا  
 چھلکے ہوئے تھے جام پریشان تھی زلف یار  
 کچھ ایسے حادثات سے گھبرا کے پی گیا  
 میں آدمی ہوں ، کوئی فرشتہ نہیں حضور  
 میں آج اپنی ذات سے گھبرا کے پی گیا  
 دنیائے حادثات ہے اک دردناک گیت  
 دنیائے حادثات سے گھبرا کے پی گیا  
 کانٹے تو خیر کانٹے ہیں ان سے گلہ ہے کیا  
 پھولوں کی واردات سے گھبرا کے پی گیا  
 ساغر وہ کہہ رہے تھے کہ پی لیجئے حضور  
 ان کی گزارشات سے گھبرا کے پی گیا!



نہ	کشتیوں	نہ	کناروں	کا	احترام	کرو
فقط	بھنور	کے	اشاروں	کا	احترام	کرو
یہیں	سے	گزرے	گا	اک	روز	بہار
فسردہ	راہگزاروں	کا	احترام			کرو
جو	ہو	سکے	تو	بدل	دو	نوشہ
نہ	ہو	سکے	تو	ستاروں	کا	احترام
خزاں	کی	گود	میں	بھی	پھول	مسکرا
کچھ	اس	طرح	سے	بہاروں	کا	احترام
نشاط	و	کیف	کی	دنیا	میں	جھومنے
کبھی	تو	اجڑے	دیاروں	کا	احترام	کرو
یہی	ہے	ذوق	عبادت	کی	انتہا	ساغر
غم	حیات	کے	ماروں	کا	احترام	کرو



بگڑا جو نقش زیست بنا شاہکار زیست  
 ایسے مٹے کہ بن گئے پروردگار زیست  
 حادثات نو کی صراحی سے ایک جام  
 ساقی کو دو ، اترنے لگا ہے خمار زیست  
 کچھ اس طرح سے زیست کو اپناؤ دوستو  
 تا حشر موت کو بھی رہے انتظار زیست  
 انکی ہوئی ہے نوک مژہ پر لہو کی بوند  
 کانٹوں میں مل رہی ہے عروس بہار زیست  
 حلاج کو قبول تھی سولی رقیب کی  
 منصور زیست کے لیے کافی ہے دار زیست  
 لائیں غزل کے شہر سے تشبیہ کے چراغ  
 اے ہم سخن ! چلو کہ سجائیں دیار زیست  
 ساغر کی زندگی پہ کوئی تبصرہ نہ کر  
 اک شمع جل رہی ہے سر راہ گذار زیست



زندگی کا رنگ دینا ہے تری بیداد کو  
 سرخی خونِ تمنا چاہیے فرہاد کو  
 نامکمل ہیں ابھی مظلوم کی رسوائیاں  
 پھر ذرا ترتیب دیجئے ظلم کی روداد کو  
 یہ حسین پلکوں کے جھولے اور اشکِ آرزو  
 مسکرا کر پالتا ہوں درد کی اولاد کو  
 دام کے حلقے لگائے تھے وہیں صیاد نے  
 صید نے معصوم سمجھا تھا جہاں صیاد کو  
 میرے خونِ آرزو سے زندگی کی آبرو  
 میں نے رنگیں کر دیا ہے عالمِ ایجاد کو  
 جستجو پھر بھی ترے غم کی رہی احساس کو  
 در بدر لے کر پھرا ہوں اس دلِ ناشاد کو  
 راہِ ساغر کسی سے دل لگاتے ہیں کہاں  
 منزلوں پر چھوڑ دیں گے راستے کی یاد کو



میرے تصورات میں تحریریں عشق کی  
زندانی خیال ہوں زنجیریں عشق کی  
تعبیر حسن ہے دل مجروح کا لہو  
چھینٹے پڑے تو بن گئیں تصویریں عشق کی  
داغ فراق وفا اشک خوں فشاں  
رازِ ازل سے ہیں یہی جاگیریں عشق کی  
شام خزاں کو صبح بہاراں بنا دیا  
ترتیب زیست بن گئیں تعزیریں عشق کی  
ساغرِ جہان شوق میں دیکھی ہیں جاوداں  
اہل نظر کے سامنے تفسیریں عشق کی



مرے چمن میں بہاروں کے پھول مہکیں گے  
مجھے یقین ہے شراروں کے پھول مہکیں گے  
کبھی تو دیدہ نرگس میں روشنی ہو گی  
کبھی تو اجڑے دیاروں کے پھول مہکیں گے  
تمہاری زلف پریشاں کی آبرو کے لیے  
کئی ادا سے چناروں کے پھول مہکیں گے  
چمک ہی جائے گی شبنم لہو کی بوندوں سے  
روش روش یہ ستاروں کے پھول مہکیں گے  
ہزاروں موج تمنا صدف اچھالے گی  
تلاطموں سے کناروں کے پھول مہکیں گے  
یہ کہہ رہی ہیں فضا میں بہار کی ساغر  
جگر فروز اشاروں کے پھول مہکیں گے



وقار انجمن ہم سے فروغ انجمن ہم ہیں  
 سکوت شب سے پوچھو صبح کی پہلی کرن ہم ہیں  
 ہمیں سے گلستاں کی بجلیوں کو خاص نسبت ہے  
 بہاریں جانتی ہیں رونق صبح چمن ہم ہیں  
 زمانے کو نہ دے الزام اے ناواقف منزل  
 زمانے کی نظر ہم سے زمانے کا چلن ہم ہیں  
 قریب و دور کی باتیں نظر کا وہم ہیں پیارے  
 یقین رہنما ہم سے فسوں راہزن ہم ہیں  
 طلوع آفتاب نو ہمارے نام پر ہو گا  
 وہ جن کی خاک کے ذرے ہیں خورشید وطن ہم ہیں  
 بہر صورت ہماری ذات سے ہیں سلسلے سارے  
 جنون کی سادگی ہم ہیں خرد کا بانگین ہم ہیں  
 ہمارے ہاتھ میں ہے ساغر فردا ادھر دیکھو  
 ادھر دیکھو! حریف گردش چرخ کہن ہم ہیں





وہ عزم ہو کہ منزل بیدار ہنس پڑے  
 ہر نقش پا پہ جرأت رہوار ہنس پڑے  
 اب کے برس بہار کی صورت بدل گئی  
 زخموں کو آگ لگ گئی گلزار ہنس پڑے  
 اس داستان درد کی تمہید آپ ہیں  
 جس داستان درد پہ غم خوار ہنس پڑے  
 حیران ہو رہی ہے شگونی پہ چاندنی  
 شاید قفس پہ آج گرفتار ہنس پڑے  
 لٹ جائے تیرے نام سے ہر تلخی جفا  
 وہ کام کر کہ بے کس و نادار ہنس پڑے  
 میرے جنوں نے آج وہ سجدہ ادا کیا  
 بت خانہ حیات کے آثار ہنس پڑے  
 پھر شادماں ہوئے ہیں خرابے حیات کے  
 ساغر کسی کے گیسوئے خمدار ہنس پڑے



اے	دیوارو	کچھ	تو	بولو
چھوٹی	چپ	کے	بندھن	کھولو
شاید	کوئی	قلزم		نکلے
صراؤں	کی	جیب		ٹٹولو
ان	کا	وعدہ	صبح	تارا
یہ	چنگاری	من	میں	چھولو
اس	شب	کی	مجرع	تک
جلتے	رہنا	دل	کے	پھولو
رات	کا	پنچھی	کہتا	جائے
دن	چڑھ	آیا	آنکھیں	کھولو
پھول	کھلیں	برسات	میں	جیسے
آج	ذرا	ہنس	کے	لو
سادہ	پانی	مے	بن	جائے
ساغر	کے	اشعار	کو	گھولو



ہنس نہیں سکتے شکونے تازگی سے روٹھ کر  
ہم زمانے میں جے ہیں زندگی سے روٹھ کر  
زلف جاناں سے ملی فکر و نظر کی چاندنی  
ظلمتیں ہم نے نکھاریں روشنی سے روٹھ کر  
خود منانے کے لیے آئے مجھے دیر و حرم  
سجدۃ الہام پایا بندگی سے روٹھ کر  
غم سے رونق ہو گئی کاشانہ تقدیر میں  
مطمئن ہے دل کی دنیا ہر خوشی سے روٹھ کر  
ایک دن ساقی یہی ٹوٹے ہوئے جام و سبب  
مے کدے ترتیب دیں گے تشنگی سے روٹھ کر  
سوچتے ہیں حسرتوں کے موڑ پر شام و سحر  
جائیں گے ساغر کہاں ان کی گلی سے روٹھ کر



ہیں کتنی ساز گار زمانے کی تلخیاں  
 تو ہے تو پُر بہار زمانے کی تلخیاں  
 میں تلخیوں کے سائے میں پل کر جواں ہوا  
 ہیں میری غمگسار زمانے کی تلخیاں  
 اے رہرو حیات ذرا جام تو اٹھا  
 بن جائیں گی قرار زمانے کی تلخیاں  
 جو ہو سکا نہ واقف آداب میکدہ  
 کرتا رہا شمار زمانے کی تلخیاں  
 تم ساتھ ہو تو جانِ وفا میرے واسطے  
 پھولوں کی رنگوار زمانے کی تلخیاں  
 دیکھی ہیں بارہا مری چشم شعور نے  
 انسان کا وقار زمانے کی تلخیاں  
 ساغرِ یہی بلندی و پستی کا راز ہیں  
 تقدیس روزگار زمانے کی تلخیاں



ہر	شگوفہ	ستاں	کی	صورت	ہے
موسم	گل	خزاں	کی	صورت	ہے
لحہ	لحہ	ہے	بوجھ	سینے	میں
وقت	سنگ	گراں	کی	صورت	ہے
ہے	ورائے	قرار	آنسو	بھی!	
درد	اک	مہرباں	کی	صورت	ہے
راستے	رہنمائے	دیدہ	و	دل	
زندگی	کارواں	کی	صورت	ہے	
ذوق	تدبیر	ہو	تو	ہر	ذرہ
جلوہ	کھکشاں	کی	صورت	ہے	
ہائے	دستور	محفل	ہستی		
خامشی	بھی	زیاں	کی	صورت	ہے
زندگانی	ہے	گوش	بر	آواز	
آدمی	داستاں	کی	صورت	ہے	
میرے	اشعار	سن	کے	فرمایا	
ایک	یہ	بھی	نغاں	کی	صورت
اپنا	ویرانہ	الم		ساغر	ہے
ان	دنوں	گلستاں	کی	صورت	ہے



ہم بڑی دور سے آئے ہیں تمہاری خاطر  
دل کے ارمان بھی لائے ہیں تمہاری خاطر  
ایسا ایک سنگ جو تالیف رہ و منزل ہو  
منزلیں ڈھونڈ کے آئے ہیں تمہاری خاطر  
کتنی ناکام امیدوں کے دیئے پچھلے پہر  
ہم نے دریا میں بہائے ہیں تمہاری خاطر  
عہد روشن کے سخنور نہ بھلائیں گے کبھی  
ہم وہ سحر جگائے ہیں تمہاری خاطر  
ہم نہ چاہیں گے کبھی تختِ جم و خسرو کے  
ہم نے ارمان لٹائے ہیں تمہاری خاطر  
ہم وہاں تھے کہ جہاں ساغر و ساقی تھے مدام  
دوستو! لوٹ کے آئے ہیں تمہاری خاطر



وقت کے رنگین گلدستے کو یاد آئے گا ٹھنڈا ہاتھ  
 جب بکھیریں گے وہ گیسو تو مر جائے گا ٹھنڈا ہاتھ  
 بھیگی پلکیں سوچ کی الجھن دامن تھامے پوچھ رہی ہیں  
 کب تلک تارِ گریباں یارو سلجھائے گا ٹھنڈا ہاتھ  
 ساز تغزل چھیڑنے والو اے افسانے لکھنے والو  
 آج لکیروں کی تفسیریں دہرائے گا ٹھنڈا ہاتھ  
 گرم لہو کی بوندیں بونیں تنہائی کی مٹی ڈالیں  
 پت جھڑ آئے ان شاخوں پر اُگ آئے گا ٹھنڈا ہاتھ  
 پتھر پتھر جوت جلے گی ساحل ساحل شعلے ہوں گے  
 بھیگی بھیگی سرد ہوا میں شرمائے گا ٹھنڈا ہاتھ  
 باغ کے مالی میرے غنچے غیروں نے پامال کیے  
 پھر بھی تیری پھلواڑی کو مہکائے گا ٹھنڈا ہاتھ



وقت کی عمر کیا بڑی ہو گی  
 اک ترے وصل کی گھڑی ہو گی  
 دتکیں دے رہی ہے پلکوں پر  
 کوئی برسات کی جھڑی ہو گی  
 کیا خبر تھی کہ نوک خنجر بھی  
 پھول کی ایک پتھڑی ہو گی  
 زلف بل کھا رہی ہے ماتھے پر  
 چاندنی سے صبا لڑی ہو گی  
 اے عدم کے مسافرو! ہشیار  
 راہ میں زندگی کھڑی ہو گی  
 کیوں گرہ گیسوؤں میں ڈالی ہے  
 جاں کسی پھول کی اڑی ہو گی  
 التجا کا ملال کیا کیجئے  
 ان کے در پر کہیں پڑی ہو گی  
 موت کہتے ہیں جس کو اے ساغر  
 زندگی کی کوئی کڑی ہو گی!





چلیں	کرتے	لہو	کو	تمنا	ہر
چلیں	کرتے	بو	و	رنگ	احترام
زندگی	دیں	نذر	کی	خودی	بے
چلیں	کرتے	سب	و	جام	بیعت
ہو	بات	بیکسوں	میں	زبان	جس
چلیں	کرتے	گفتگو	میں	زباں	اس
مستیاں	برستی	سے		گھٹاؤں	یہ
چلیں	کرتے	وضو	ہو	اجازت	گر
ہے	دشوار	یہاں	پانا	کچھ	کھو
چلیں!		کرتے	جستجو		احتیاطاً
بیاں	میں	اداؤں	کی	ساغر	فکر
چلیں	کرتے		آرزو		داستان



میرے چمن میں جہاں کو یہ سرفرازی ہے  
 ہر اک پھول نئی زندگی کا غازی ہے  
 بہار میں بھی سلگتے رہے ، میں کاشانے  
 کہ یہ بھی ایک طرح کی شہ طرازی ہے  
 میں اس مقام پر تجھ کو تلاش کرتا ہوں  
 حقیقتوں کا تصرف جہاں مجازی ہے  
 خدا کے نام پہ پہلا سبو اٹھاتے ہیں  
 مے کشوں میں رسم پاکبازی ہے  
 تمہاری زلف پریشاں کو دام کہہ دینا  
 بڑا حسین طریق فغاں نوازی ہے  
 روش روش پہ ہیں برق و شرر کے ہنگامے  
 مجھے یقین ہے بہاروں کی کارسازی ہے  
 لکھو! یہ عظمت ہستی کے باب میں ساغر  
 کہ غزنوی کی جلالت غم ایازی ہے



بازار آرزو کی لوا ، دام چڑھ گئے  
 ہر چیز قیمتوں سے سوا ، دام چڑھ گئے  
 ہے غازہ بہارے محروم ان دنوں  
 مخمور گیسوؤں کی گھٹا ، دام چڑھ گئے  
 اب قرض مے بحال ہو ، مشکل سے دوستو  
 کہتی ہے میکدے کی فضا ، دام چڑھ گئے  
 بے چین سرخ سرخ لبوں کی وضاحتیں  
 ہیں نگاہوں سے رنگ خفا ، دام چڑھ گئے  
 مرتخ اور زہرہ ، کئی قیمتوں کے نام  
 نظروں نے مسکرا کے کہا ، دام چڑھ گئے  
 ہر ماہ لٹ رہی ہے غریبوں کی آبرو  
 چڑھنے لگا ہلال قضا ، دام چڑھ گئے  
 ہے احتساب زیست کی لکھی ہوئی صلیب  
 ہر روز جیسے روز جزا ، دام چڑھ گئے  
 نقد خرد سرور تمنا کا مول ہے  
 ارماں کا رنگ زرد ہوا ، دام چڑھ گئے  
 اے وقت مجھ غیرت انساں کی بھیک دے  
 روٹی میں بک گئی ہے روا ، دام چڑھ گئے



وسعت گیسوئے جاناں سے الجھ بیٹھے ہیں  
 صورت گردشِ دوراں سے الجھ بیٹھے ہیں  
 مدحت بادۂ انگور کی خاطر ساقی! ہیں  
 رند اک صاحبِ ایماں سے الجھ بیٹھے ہیں  
 چند نغمے جو مرے سازِ جنوں نے چھیڑے ہیں  
 مستی چشمِ غزالاں سے الجھ بیٹھے ہیں  
 آج گمنامی احساس کا پرچم لے کر ہیں  
 آدمی شہرت یزداں سے الجھ بیٹھے ہیں  
 ایسے کچھ لوگ جنہیں صاحبِ اخلاص کہیں ہیں  
 پھر مرے حال پریشاں سے الجھ بیٹھے ہیں  
 نکاہتیں صحنِ گلستاں سے خبر لائی ہیں  
 پھول آدابِ گلستاں سے الجھ بیٹھے ہیں  
 کچھ پتنگے کہ عطا ہے جنہیں شعلوں کا مزاج ہیں  
 رونقِ شامِ غرباں سے الجھ بیٹھے ہیں



ہے نغان لالہ و گل مست نظاروں کے ساتھ  
 بچھ رہی ہے تشنگی پھولوں کی انگاروں کے ساتھ  
 آئے گا شاید عزیز مصر بکنے کے لیے  
 آج خود یوسف کو دیکھا ہے خریداروں کے ساتھ  
 ہر قدم پر زندگی کی آبرو خطرے میں ہے  
 ظلمتوں کے قافلے دیکھے ہیں مہ پاروں کے ساتھ  
 مفلسوں پر ہنس رہی ہیں عظمتیں ابلیس کی  
 اور خدا کی رحمتیں منسوب زر داروں کے ساتھ  
 سر برہنہ عابدہ کنخواب و ریشم کے بغیر  
 ناچتی ہے عاصمہ سلگوں کی جھنکاروں کے ساتھ  
 نغمہ بلبل نہیں تو نالہ دل ہی سہی  
 ملتے جلتے ہیں بیاباں بھی چمن زاروں کے ساتھ



متاع کوثر و زمزم کے پیمانے تری آنکھیں  
فرشتوں کو بنا دیتی ہیں دیوانے تری آنکھیں  
جہان رنگ و بو الجھا ہوا ہے ان کے ڈوروں میں  
لگی ہیں کاکل تقدیر سلجھانے تری آنکھیں  
اشاروں سے دلوں کو چھیڑ کر اقرار کرتی ہیں  
اٹھاتی ہیں بہارِ نو کے نذرانے تری آنکھیں  
وہ دیوانے زمامِ لالہ و گل تھام لیتے ہیں  
جنہیں منسوب کر دیتی ہیں ویرانے تری آنکھیں  
شگوفوں کو شراروں کا مچلتا روپ دیتی ہے  
حقیقت کو بنا دیتی ہے افسانے تری آنکھیں



ہستی	جائے	بک	اگر	مول
ستی	بھی	پھر	محبت	جنس
چپ	بھی	ہوں	چپ	میں
بستی	کی	پتھر	ہے	دنیا
سجدے	میرے	،	خلائیں	مست
پرستی	آفاق		ہوں	کرتا
ہمت	اپنی	جینا	میں	درد
ہستی	کی	کس	میں	آگ
ہے	وفا	خون	بادہ	اپنی
مستی	فاتحہ	،	بوٹل	اپنی
دے	کر	نہ	کو	چہروں
دستی	چہرہ	کی		آئینوں
ٹکرایا	سے	بلندی		کون
پستی	ساغر	ہے	اٹھی	چنچ



مٹ	گئیں	روشنی	میں	تحریریں
جل	گئیں	چاندنی	میں	تصویریں
ہاے	وہ	تیرے	عنبریں	گیسو
لے	اڑے	زندگی	کی	تفسیریں
سرخ	کنگن	کلائیوں	میں	ہلے
مل	گئیں	دو	جہاں	نقدیریں
رسم	فرہاد	پھر	کریں	زندہ!
آؤ	پھر	پتھروں	کے	دل
اے	مریض	الم	تسلی	رکھ!
چارہ	گر	کر	ہیں	مدبیریں
ہاں	اچھا لو	حیات	کے	ساغر
صبح	محشر	میں	اور	تاخیریں





وہ بلائیں تو کیا تماشا ہو  
 ہم نہ جائیں تو کیا تماشا ہو  
 یہ کناروں سے کھیلنے والے  
 ڈوب جائیں تو کیا تماشا ہو  
 بندہ پرور ! جو ہم پہ گزری ہے  
 ہم بتائیں تو کیا تماشا ہو  
 آج ہم بھی تیری وفاؤں پر  
 مسکرائیں تو کیا تماشا ہو  
 تیری صورت جو اتفاق سے ہم  
 بھول جائیں تو کیا تماشا ہو  
 وقت کی چند ساعتیں ساغر  
 لوٹ آئیں تو کیا تماشا ہو



ہر تمنا کا چہرہ شفق نام تھا  
وقت کے ہاتھ میں امن کا جام تھا  
زندگی کی صراحی میں تھے قہقہے  
ہر ستارہ یہاں میرا ہم کام تھا  
موسم گل میں نغمات جلتے رہے  
غنچہ غنچہ لیے درد کا جام تھا  
میری آنکھیں سرور تمنا لیے  
تیری زلفوں میں بھی کیف ابہام تھا  
یہ بھی دیکھا گلستاں کے آئین میں  
صيد کا زخم صیاد کا دام تھا  
فکر ساغر سے زندہ رہی زندگی  
کس قدر سرد احساس کا لام تھا



زندگی رقص میں ہے جھومتی ناگن کی طرح  
دل کے ارمان ہیں بجتی ہوئی جھانجن کی طرح  
زلف رخسار پہ بل کھائی ہوئی کیا کہنا  
اک گھٹا چھائی ہوئی چیت میں ساون کی طرح  
بحر امید میں جب کوئی سہارا نہ ملا  
میں نے ہر موج کو دیکھا ترے دامن کی طرح  
جس طرف دیکھیے ٹوٹے ہوئے پیمانے ہیں  
اب تو نعمات بھی ہیں نالہ و شیون کی طرح  
بارہا گردش تقدیر کا عالم دیکھا  
گیسوائے یار کی بے نام سی الجھن کی طرح  
انقلابات بہاراں ہیں قفس بھی ساغر  
میں نے جلتے ہوئے دیکھا ہے نشیمن کی طرح



یارب تیرے جہان کے کیا حال ہو گئے  
کچھ لوگ خواہشات کے دلال ہو گئے  
تپتی رہی ہے اس کی کرنوں پہ زندگی  
لمحے جدائیوں کے مہ و سال ہو گئے  
بھولی ہے انگ انگ کو دنیا کی زنتکی  
نغمے ربابِ وقت کے بے تال ہو گئے  
وحشت میں اپنے تار گریباں ہی دوستو  
الچھے تو ہر قدم پہ گراں جال ہو گئے  
ساغر جو کلا کھلے تھے وہ غنچے کہاں گئے  
ہنگامہ بہار میں پامال ہو گئے



متاع دل سے خالی ہو گئے ہیں  
ترے در کے سوالی ہو گئے ہیں  
نظر مجروح نظاروں سے دیکھی  
حوادث کچھ خیالی ہو گئے ہیں  
چلو اے بلبلو اس گلستاں سے  
یہاں صیاد مالی ہو گئے ہیں  
تمہارے گیسوؤں کی تیرگی سے  
اندھیرے بھی جمالی ہو گئے ہیں  
ہمارے داغ دل کے ترجمان ہیں  
ستارے میر و حالی ہو گئے ہیں  
ہزاروں ولولے ساغر چمن میں  
خزاں کی خشک ڈالی ہو گئے ہیں



موج در موج کناروں کو سزا ملتی ہے  
کوئی ڈوبے تو سہاروں کو سزا ملتی ہے  
میکدے سے جو نکلتا ہے کوئی بے نقشہ  
چشم ساقی کے اشاروں کو سزا ملتی ہے  
آپ کی زلف پریشاں کا تصور توبہ  
نکھت و نور کے دھاروں کو سزا ملتی ہے  
جب وہ دانتوں میں دباتے ہیں گلابی آنچل  
کتنے پر کیف نظاروں کو سزا ملتی ہے  
میرے پیانے میں ڈھل جاتا ہے پھولوں کا شباب  
میرے ساغر میں بہاروں کو سزا ملتی ہے



مانگی ہے اس دیار میں دونوں جہاں کی بھیک  
 لیکن ملی ہمیں دل ناکامراں کی بھیک  
 ایسے بھی راہ زیت میں آئے کئی مقام  
 مانگی ہے پائے شوق نے عزم جواں کی بھیک  
 بے نور ہو گئی ہیں ستاروں کی بستیاں!  
 ساقی عطا ہو بادۂ شعلہ فشاں کی بھیک  
 خود یک گئے حیات کی نیلام گاہ میں  
 وہ بانٹتے تھے جو کبھی کون و مکاں کی بھیک  
 دو چار پتیوں پہ ہے رنجش بہار سے  
 سائل نے مانگ لی ہے کہاں گلستاں کی بھیک  
 اللہ ان کے نقش کف پا کی خیر ہو!  
 ذروں کو دے گئے جو مہ و کہکشاں کی بھیک  
 ساغر خوشا کہ گوہر امید پا لیا  
 قسمت سے بات آئی غم دوستاں کی بھیک



محبت مستقل غم ہے محبت غم کا گہوارہ  
 جو آنسو رنگ لے آئے وہی دامن کا شہ پارہ  
 جسے ارماں کا خوں دے کر بنام آرزو سینچا  
 خدا جانے کہاں ہے وہ جہانِ زندگی آرا  
 مرا ذوق خریداری ہے اک جنس گراں مایہ  
 کبھی پھولوں کی شیدائی کبھی کانٹوں کا بنجارہ  
 جہاں منصب عطا ہوتے ہیں بے فکر و فراست بھی  
 وہاں ہر جستجو جھوٹی وہاں ہر عزم ناکارہ  
 بسا اوقات چھو لیتی ہے دامنِ کبریائی کا  
 تمہاری جنبش ابرو میری تخلیق آوارہ  
 نہ جانے محتسب کیوں میکدے کا نام دیتے ہیں  
 جہاں کچھ آدمی کرتے ہیں اپنے درد کا چارہ





ہے دعا یاد مگر حرف دعا یاد نہیں!  
 میرے نعمات کو انداز نوا یاد نہیں  
 میں نہیں پلکوں سے در یار پہ دستک دی ہے!  
 میں وہ سائل ہوں جسے کوئی صدا یاد نہیں  
 میں نے جن کے لیے راہوں میں بچھایا تھا لہو  
 ہم سے کہتے ہیں وہی عہد وفا یاد نہیں  
 کیسے بھر آئیں سر شام کسی کی آنکھیں  
 کیسے تھرائی چراغوں کی ضیا یاد نہیں  
 صرف دھندلائے ستاروں کی چمک دیکھی ہے  
 کب ہوا ، کون ہوا کس سے خفا یاد نہیں  
 زندگی جبر مسلسل کی طرح کاٹی ہے  
 جانے کس جرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں  
 آؤ اک سجدہ کریں عالم مدہوشی میں  
 لوگ کہتے ہیں کہ ساغر کو خدا یاد نہیں



عطا جسے تیرا عکس و جمال ہوتا ہے  
وہ پھول سارے گلستاں کا لال ہوتا ہے  
تلاش کرتی ہے سائے تمہارے آنچل کے  
چمن میں بادِ صبا کا یہ حال ہوتا ہے  
رہ مجاز میں ہیں منزلیں حقیقت کی  
مگر یہ اہل نظر کا خیال ہوتا ہے  
یہ واردات بھی اب دل پہ روز ہوتی ہے  
مسرتوں میں بھی ہم کو ملال ہوتا ہے  
بہار فطرت صیاد کی کہانی ہے  
کہ اس دوش پہ پھولوں کا جال ہوتا ہے  
یہ بکھرے بکھرے سے گیسو تھکی تھکی آنکھیں  
کہ جیسے کوئی گلستاں نڈھال ہوتا ہے  
جواب دے نہ سکیں جس کا دو جہاں ساغر  
کسی غریب کے دل کا سوال ہوتا ہے



سر مقتل ہمیں نعمات کی تعلیم دیتے ہیں!  
یہاں اہل نظر ظلمات کی تعلیم دیتے ہیں  
یہاں کلیاں مہکتی ہیں مگر خوشبو نہیں ہوتی  
شگونے بر ملا آفات کی تعلیم دیتے ہیں  
یہاں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں زرتابی قباؤں میں  
سحر کا نام لے کر رات کی تعلیم دیتے ہیں  
یہاں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں عرفان بہاراں سے  
جو پھولوں کو نئے جذبات کی تعلیم دیتے ہیں  
ہمیں زیبا نہیں دیتا رہ دشوار کا منظر  
کہ صحراؤں میں بھی برسات کی تعلیم دیتے ہیں  
جہاں ساغر شراب زندگی ایک زہر قاتل ہے  
یقین والے وہاں خدشات کی تعلیم دیتے ہیں



پہلے	سے	بہار	تھا	سماں	کیا
پہلے	سے	بہار	تھا	کہاں	غم
دیا	کا	آرزو	سا	ننھا	ایک
پہلے	سے	بہار	تھا		ضوفشاں
بتا	ہی	داغ	کے	دل	مرے
پہلے	سے	بہار	تھا	کہاں	تو
سناٹا	کا	خزاں	میں	شب	چھپی
پہلے	سے	بہار	تھا	زباں	ہم
کا	تنگوں	چار	ہے	جنازہ	اب
پہلے	سے	بہار	تھا		آشیاں
دریا	کا	آگ	یہ	میں	چاندنی
پہلے	سے	بہار	تھا	رواں	کب
ساغر	زندگی	کی	دل	گئی	لٹ
پہلے	سے	بہار	تھا	جواں	دل



سایہ	زلف	بتاں	میں	بیٹھو
اس	پرستش	کے	جہاں	میں
مہ	وشو!	صبح	یقین	ہونے
منزل	شام	گماں	میں	بیٹھو!
لوگ	کہتے	ہیں	شفاعت	کے
دو	گھڑی	بادہ	کشاں	میں
ان	کے	پہلو	میں	بھی
		دل	ہوتے	ہیں
بزم	آشفقہ	سروں	میں	بیٹھو
زیست	کے	راز	چھلکتے	ہیں
آؤ!	ساغر	کے	جہاں	میں
				بیٹھو



ابھی	ہے	جلی	پہ	راہ	اس	شمع
ابھی	ہے	ڈھلی	کہاں	شب	کی	رنج
سے	آہٹ	تمہاری	ہیں	کھلے		گل
ابھی	ہے	مہلی	نے	مہتاب		آنکھ
ہیں	کہتے	فقیر	کو	جس	کہ	دل
ابھی	ہے	گلی	ہوئی	اجڑی		ایک
گمنامی		کی	جنوں			کاروبار
ابھی	ہے	بھلی	سے	عقل		شہوت
میں	رہگزاروں	گے	اتریں			چاند
ابھی	ہے	چلی	تابندگی			رسم
ساغر	ہے	بحال	طبیعت			اب
ابھی	ہے	کلی	میں	من	ذرا	کچھ



سب	سے	تیرا	کرم	غنیمت	ہے
جو	گزر	جائے	دم	غنیمت	ہے
آپ	صبح	بہار	لے		جائیں
مجھ	کو	شام	الم	غنیمت	ہے
خواہشوں		کی	پرستشیں		تو بہ!
آدمی	کا	بھرم	غنیمت		ہے
اتنی	دشوار	تو	نہیں		منزل
زلف	جاناں	کا	خم	غنیمت	ہے
اس	نقدس	کے	تھپ	میں	یارو
ان	کا	نقش	قدم	غنیمت	ہے
تلخچی	کائنات	ہے	دل		میں
جام	میں	ہی	ستم	غنیمت	ہے
شببہ	شببہ		فضاؤں		میں
دولت	چشم	نم	غنیمت		ہے



برگشتہ یزدان سے کچھ بھول ہوئی ہے  
بھٹکے ہوئے انسان سے کچھ بھول ہوئی ہے  
تا حد نظر شعلے ہی شعلے ہیں چمن میں  
پھولوں کے نگہبان سے کچھ بھول ہوئی ہے  
جس عہد میں لٹ جائے فقیروں کی کمائی  
اس عہد کے سلطان سے کچھ بھول ہوئی ہے  
ہنتے ہیں مری صورت مفتوں پہ شگونے  
میرے دل نادان سے کچھ بھول ہوئی ہے  
حوروں کی طلب اور مئے و ساغر سے ہے نفرت  
زاہد ! ترے عرفان سے کچھ بھول ہوئی ہے





صحن کعبہ بھی یہیں ہے تو صنم خانے بھی  
دل کی دنیا میں گلستاں بھی ہیں ویرانے بھی  
لوگ کہتے ہیں اجارہ ہے تیرے جلووں پر  
اتنے ارزاں تو نہیں ہیں ترے دیوانے بھی  
آتش عشق میں پتھر بھی پگھل جاتے ہیں  
مجرم سوزِ وفا شمع بھی پروانے بھی  
کچھ فسانوں میں حقیقت کی جھلک ہوتی ہے  
کچھ حقیقت سے بنا لیتے ہیں افسانے بھی  
میرے اشعار ہیں تصویرِ تمنا ساغر  
ان کی آغوش میں ہیں درد کے افسانے بھی



صراحی جام سے ٹکرائیے برسات کے دن ہیں  
 حدیث زندگی دہرائیے برسات کے دن ہیں  
 سفینہ لے چلا ہے کس مخالف سمت کو ظالم  
 ذرا ملاح کو سمجھائیے برسات کے دن ہیں  
 کسی پُر نور تہمت کی ضرورت ہے گھٹاؤں کو  
 کہیں سے مہ وشوں کو لائیے برسات کے دن ہیں  
 طبیعت گردشِ دوراں کی گھبرائی ہوئی سی ہے  
 پریشاں زلف کو سلجھائیے برسات کے دن ہیں  
 بہاریں ان دنوں دشتِ بیاباں میں آتی ہیں  
 فقیروں پر کرم فرمائیے برسات کے دن ہیں  
 یہ موسمِ شورشِ جذبات کا مخصوص موسم ہے  
 دل نادان کو بہلایے برسات کے دن ہیں  
 سہانے آنچلوں کے ساز پر اشعارِ ساغر کے  
 کسی بے چین دھن میں گائیے برسات کے دن ہیں



عظمت	زندگی	کو	بچ	دیا
ہم	نے	اپنی	خوشی	کو
چشم	ساقی	کے	اک	اشارے
عمر	کی	تشنگی	کو	بچ
رند	جام	و	سب	پہنتے
شیخ	نہ	بندگی	کو	بچ
راہگزاروں	پہ	لٹ	گئی	را دھا
شام	نے	بانسری	کو	بچ
جگمگاتے	ہیں	وحشتوں	کے	دیار
عقل	نے	آدمی	کو	بچ
لب	و	رخسار	کے	عوض
سطوت	خسروی	کو	بچ	دیا
عشق	بہر و پیا	سے	اے	ساغر
آپ	نے	سادگی	کو	بچ



سکوت غم سے جو گزرے نہ پھر ملی آواز  
 یہیں کہیں انہی گلیوں میں کھو گئی آواز  
 یہ کہکشاں میرے نعمات کی لڑی یارو  
 کرن کرن کی سماعت میں ہے میری آواز  
 بہت دنوں سے ہے پامال دل کا ہر غنچہ  
 میں منتظر ہوں کوئی آئے شبِ بنی آواز  
 نہ چھیڑ عذر محبت کی داستاں اے دوست  
 کہ بزم عشق میں ہوتی ہے خامشی آواز  
 میں خود نگر ہوں کسی موڑ پر نہ ٹھہروں گا  
 ازل سے دیتی رہی مجھ کو زندگی آواز  
 شب فراق کوئی گنگنا کے گزرا ہے  
 کہ بن گئی ہے ستاروں کی روشنی آواز  
 خدا کرے کہ ستاروں کو چھو سکے ساغر  
 سرودِ زلیست کے پردوں میں ڈوبتی آواز



ستم جاگتے ہیں کرم سو رہے ہیں  
محبت کے جاہ و حشم سو رہے ہیں  
مرے نکتہ سازو! سخن کے خداؤ  
پکارو کہ لوح و قلم سو رہے ہیں  
وہاں چاندنی کے قدم ڈولتے ہیں  
جہاں تیرے نقش قدم سو رہے ہیں  
ہر اک ذہن میں ہے خدائی کا دعویٰ  
ہر اک آستیں میں صنم سو رہے ہیں  
یہاں خواب راحت فریب یقیں ہے  
نہ تم سو رہے ہو نہ ہم سو رہے ہیں  
میری اجڑی اجڑی سی آنکھوں میں ساغر  
زمانے کے رنج و الم سو رہے ہیں



سوز سے تصورات تصویر جل گئی  
 اک نغمہ گر کی جھومتی تقدیر جل گئی  
 ساقی نے اس ادا سے بکھیری ہیں بجلیاں  
 پیانہ حیات کی تنویر جل گئی  
 لاشے تڑپ رہے ہیں سر مقتل وفا  
 بمل کا رقص دیکھ کے شمشیر جل گئی  
 تاثیر آہ سرد کی صورت پہ ہنس پڑی  
 آہوں کا یہ گلہ ہے کہ تاثیر جل گئی  
 وہ مسکرا رہے تھے میرے حال زار پر  
 دیکھا تھا ایک خواب کہ تعبیر جل گئی  
 بنیاد میکدہ میں وضو کے ظروف تھے  
 ساغر سنا ہے حدت تعمیر جل گئی



قرب دار کٹا دن تو رات کانٹوں پر  
گزار دی ہے کسی نے حیات کانٹوں پر  
تغیرات سے افزوں ہے ارتقاء کا مزاج  
ملا ہے گل کو چمن میں ثبات کانٹوں پر  
بلا سے دامن ہستی جو تار تار ہوا  
مرے جنوں نے لگائی ہے گھات کانٹوں پر  
چمک رہے ہیں شگونے تمہاری یادوں کے  
جی ہے شبنم و گل کی برات کانٹوں پر  
یہ اور بات ہے پھولوں کا ذکر تھا ساغر  
کہ اتفاق سے پہنچتی ہے بات کانٹوں پر



ہم خاک نشیں ، خاک بسر شہر میں تیرے  
کر لیں گے اسی طرح گزر شہر میں تیرے  
جب تک تری گلیوں سے رہا ہم کو تعلق  
ہر قص رہے شمس و قمر شہر میں تیرے  
کچھ لوگ تمناؤں کا خون چہرے پہ مل کر  
بیٹھے ہیں سر راہ گزر شہر میں تیرے  
اٹھتے رہے کلیوں کی جوانی کے جنازے  
جاتے رہے پھولوں کے نگر شہر میں تیرے  
پلتی ہے تقدس کے لبادے میں حقارت  
بچتے ہیں حوادث کے گجر شہر میں تیرے  
ساغر کی نگاہوں میں کھٹکتے ہیں ابھی تک  
کجائے ہوئے شام و سحر شہر میں تیرے





غم کے مجرم خوشی کے مجرم ہیں  
 لوگ اب زندگی کے مجرم ہیں  
 اور کوئی گناہ یاد نہیں  
 سجدہ بے خودی کے مجرم ہیں  
 استغاثہ ہے راہ و منزل کا  
 راہزن رہبری کے مجرم ہیں  
 مے کدے میں یہ شور کیسا ہے  
 بادہ کش بندگی کے مجرم ہیں  
 دشمنی آپ کی عنایت ہے  
 ہم فقط دوستی کے مجرم ہیں  
 ہم فقیروں کی صورتوں پہ نہ جا  
 خدمت آدمی کے مجرم ہیں  
 کچھ غزالان آگہی ساغر ہیں  
 نغمہ و شاعری کے مجرم ہیں



کچھ لوگ کانٹوں کو گلشن کی توقع رکھتے ہیں  
شعلوں کو ہوائیں دے دے کر ساون کی توقع رکھتے ہیں  
ماحول کے تپتے صحرا سے حالات کی اجڑی شاخوں سے  
ہم اہل جنوں پھولوں سے بھرے دامن کی توقع رکھتے ہیں  
جب سارا اثاثہ لٹ جائے تسکین سفر ہو جاتی ہے  
ہم راہنماؤں کے بدلے رہزن کی توقع رکھتے ہیں  
سنگین چٹانوں سے دل کے دکھنے کی شکایت کرتے ہیں  
ظلمت کے نگر میں نورانی آنگن کی توقع رکھتے ہیں  
وہ گیسوئے جاناں ہوں ساغر یا گردشِ دوراں کے سائے  
اے وائے مقدر دونوں سے ابھرن کی توقع رکھتے ہیں



قید تصورات میں مدت گزر گئی  
 ساقی غم حیات میں مدت گزر گئی  
 مجھ کو شکست جام کے نغموں سے واسطہ  
 میخانہ ثبات میں مدت گزر گئی  
 کچھ بھی نہیں ہے گیسوئے خمدار کے سوا  
 تفسیر کائنات میں مدت گزر گئی  
 پابند حرف دار و رسن داستان شوق  
 عرض و گزارشات میں مدت گزر گئی  
 روٹھے تو اور بن گئے تصویر التفات  
 کیف نوازشات میں مدت گزر گئی  
 پر حادثہ حیات کی روداد بن گیا  
 دنیائے حادثات میں مدت گزر گئی  
 ساغر کہاں مجال کہ آنکھیں ملائیں ہم  
 رسوائیاں ہیں گھات میں مدت گزر گئی



کھلتے رہیں گے صحنِ چمن میں ہزار پھول  
 لیکن کہاں نصیب تمنا میں چار پھول  
 شاید یہیں کہیں ہو ترا نقش پائے ناز  
 ہم نے گرا دیئے ہیں سرِ رہگوار پھول  
 آوارگان شوق چلو ہم کریں تلاش  
 وہ کارواں جو چھوڑ گیا ہے غبار پھول  
 کھولے ہیں اس نے گیسوئے عنبر فشاں ضرور  
 کچھ حد سے ہو گئے ہیں سوا اشکبار پھول  
 بھنوروں کو جستجو ہے تیری کنج کنج میں  
 شاخوں پہ کر رہے ہیں ترا انتظار پھول  
 ہائے شہید ناز کی تربت پہ رونقیں  
 مدھم سی اک شمع ہے دو سوگوار پھول  
 پھولوں پہ مر مٹے کبھی کانٹوں پہ جی لیے  
 اپنی نظر میں ایک ہیں گلشن میں خار پھول



کوئی قتل ہے نہ جگنو آہ شام بیکی  
 آج دل میں نسترن کی شاخ پھر چھنے لگی  
 تو نے کیا توڑا گلستاں سے وفا کا ایک پھول  
 ہر کلی ہے غیر محرم ہر شگوفہ اجنبی  
 بے ارادہ چل رہا ہوں زندگی کی راہ پر  
 میرے مسلک میں نہیں ہے کاروبار رہبری  
 جن میں کچھ انسان کی توقیر کے احکام تھے  
 وہ شریعت معبدوں کے زیر سایہ سو گئی  
 آ گئیں بازار میں بکنے خدا کی عظمتیں  
 جی اٹھی ہیں خواہشیں اور مر گیا ہے آدمی  
 میں شعاؤں میں پگھل جاؤں مری فطرت نہیں  
 وہ ستارہ ہوں کہ جس کو ڈھونڈتی ہے روشنی  
 اور کتنی دور ہیں ساغرِ عدم کی منزلیں  
 زندگی سے پوچھ لوں گا راستے میں گر ملی!



کچھ حرف التجا تھے دواؤں سے ڈر گئے  
 ارمان بندگی کے خداؤں سے ڈر گئے  
 اب کون دیکھتا ہے ترے شمس کی طرف  
 سورج مکھی کے پھول شعاہوں سے ڈر گئے  
 ہنس کر جو جھیلے تھے زمانے کی تلخیاں  
 اے چشم یار تیری اداؤں سے ڈر گئے  
 رنگیں فضا میں جل گئیں خاموش تتلیاں  
 آنچل اڑے تو پھول ہواؤں سے ڈر گئے  
 آہوں کو اعتبار سماعت سمجھ لیا  
 نغموں کی بے قرار صداؤں سے ڈر گئے  
 ساقی نے مسکرا کے گلے سے لگا لیے  
 وہ آدمی جو اپنی خطاؤں سے ڈر گئے  
 تشنہ لبی نے ساغر و مینا کو ڈس لیا  
 زلفوں کی مست مست گھٹاؤں سے ڈر گئے



یہ جو دیوانے سے دو چار نظر آتے ہیں  
 ان میں کچھ صاحب اسرار نظر آتے ہیں  
 تیری محفل کا بھرم رکھتے ہیں سو جاتے ہیں  
 ورنہ یہ لوگ تو بیدار نظر آتے ہیں  
 دور تک کوئی ستارہ ہے نہ کوئی جگنو! ہیں  
 مرگ امید کے آثار نظر آتے ہیں  
 مرے دامن میں شراروں کے سوا کچھ بھی نہیں  
 آپ پھولوں کے خریدار نظر آتے ہیں  
 کل جنہیں چھو نہیں سکتی تھی فرشتوں کی نظر  
 آج وہ رونق بازار نظر آتے ہیں  
 حشر میں کون گواہی میری دے گا ساغر  
 سب تمہارے ہی طرفدار نظر آتے ہیں



اے تغیر زمانہ یہ عجیب دل لگی ہے!  
 نہ وقار دوستی ہے نہ مجال دشمنی ہے  
 یہی ظلمتیں چھینیں جو ترے سرخ آنچلوں میں  
 ان ہی ظلمتوں سے شاید مرے گھر میں روشنی ہے  
 میرے ساتھ تم بھی چلنا مرے ساتھ تم بھی آنا  
 ذرا غم کے راستوں میں ، بڑی تیز تیرگی ہے  
 یہ مشاہدہ نہیں ہے مرے درد کی صدا ہے  
 مرے داغ دل لیے ہیں تری بزم جب تجی ہے  
 غم زندگی کہاں ہے ابھی وحشتوں سے فرصت  
 ترے ناز اٹھا ہی لیں گے ابھی زندگی پڑی ہے  
 ترے خشک گیسوؤں میں مری آرزو ہے پنہاں  
 ترے شوخ بازوؤں میں مری داستاں رچی ہے  
 جسے اپنا یار کہنا اسے چھوڑنا بھنور میں  
 یہ حدیث دلبراں ہے یہ کمال دلبری ہے  
 وہ گزر گیا ہے ساغر کوئی قافلہ چمن سے  
 کہیں آگ جل رہی ہے کہیں آگ سو گئی ہے





اس میں شامل دشت و صحرا اور ویرانے کی بات  
اہل محفل سے جدا ہے تیرے دیوانے کی بات  
محتسب ہم بے گناہوں کو نہ دے الزام مے  
تشنگی میں آگئی ہونٹوں پہ مے خانے کی بات  
ہاں ابھی بھولی نہیں جو خزاں کی داستان  
احتیاطاً ہم نہیں کرتے بہار آنے کی بات  
بن گئی ہے سرخیِ حسن بہاراں جاوداں!  
آگئی زلفِ معنبر کے بکھر جانے کی بات  
ہر نفس میں شعلہ زن ہیں گرمیاں حالات کی  
زندگی ہے ان دنوں بے موت مر جانے کی بات  
میکدہ بدلا ہوا ساغرِ شکستہ حال ہیں  
ہر حقیقت بن گئی ہے آج افسانے کی بات



پہلے	سے	بہار	تھا	سماں	کب
پہلے	سے	بہار	تھا	کہاں	غم
دیا	کا	آرزو	سا	ننھا	ایک
پہلے	سے	بہار	تھا		ضوفشاں
کا	تنگوں	چار	ہے	تماشا	اب
پہلے	سے	بہار	تھا		آشیاں
بتا	یہ	داغ	دل	مرے	اے
پہلے	سے	بہار	تھا	کہاں	تو
سناٹا	کا	خزاں	میں	شب	پچھلی
پہلے	سے	بہار	تھا	زباں	ہم
دریا	کا	آگ	یہ	میں	چاندنی
پہلے	سے	بہار	تھا	رواں	کب
گل	موسم	سحاب	ہے	گیا	بن
پہلے	سے	بہار	تھا	دھواں	جو
ساغر	زندگی	کی	دل	گئی	لٹ
پہلے	سے	بہار	تھا	جواں	دل



کس	کو	بھاتی	رہی	رات	بھر	چاندنی
جی	جلاتی	رہی	رات	بھر	چاندنی	چاندنی
ٹمٹماتے	رہے	حسرتوں	کے	دیئے	چاندنی	چاندنی
مسکراتی	رہی	رات	بھر	چاندنی	چاندنی	چاندنی
اک	حسین	جسم	کی	طرح	آغوش	میں
کسمساتی	رہی	رات	بھر	چاندنی	چاندنی	چاندنی
اشک	پیتے	رہے	ہم	کسی	اور	کے
مئے	پلاتی	رہی	رات	بھر	چاندنی	چاندنی
ایک	شبنم	کے	قطرے	کی	تقدیر	کو
آزماتی	رہی	رات	بھر	چاندنی	چاندنی	چاندنی
صبح	دیکھا	شگونی	تھے	ٹوٹے	ہوئے	چاندنی
گل	کھلاتی	رہی	رات	بھر	چاندنی	چاندنی
ان	کی	زلفوں	کے	سائے	بہکتے	رہے
لڑکھڑاتی	رہی	رات	بھر	چاندنی	چاندنی	چاندنی
غم	کے	سائے	چھلکتے	چھلکتے	رہے	چاندنی
جگمگاتی	رہی	رات	بھر	چاندنی	چاندنی	چاندنی



فضا مغموم ہے ساقی ! اٹھا چھلکائیں پیانہ  
اندھیرا بڑھ چلا ہے لا ذرا قندیل میخانہ  
بہ فیض زندگی گزرے ہیں ایسے مرحلوں سے ہم  
کہ اپنے راستے میں اب نہ بستی ہے نہ ویرانہ  
بس اتنی بات پر دشمن بنی ہے گردش دوراں  
خطا یہ ہے کہ چھیڑا کیوں تیری زلفوں کا افسانہ  
چراغ زندگی کو ایک جھونکے کی ضرورت ہے  
تمہیں میری قسم ہے پھر ذرا دامن کو لہرانا  
دلوں کو شوق سے روندو خرام ناز فرماؤ  
اگر محشر ہوا تو پھر مجھے مجرم نہ ٹھہرانا  
تری محفل میں ساغر سا بھی کوئی اجنبی ہو گا  
پہ ظالم ایک مدت سے نہ اپنا ہے نہ بیگانہ



فضائے نیم شمی کہہ رہی ہے سب اچھا  
ہماری بادہ کشی کہہ رہی ہے سب اچھا  
نہ اعتبار محبت نہ اختیار وفا  
جنوں کی تیز روی کہہ رہی ہے سب اچھا  
دیار ماہ میں تعمیر میکدے ہوں گے  
کہ دامنوں کی تہی کہہ رہی ہے سب اچھا  
قفس میں یوں بھی تسلی بہار نے دی ہے  
چنگ کے جیسے کلی کہہ رہی ہے سب اچھا  
وہ آشنائے حقیقت نہیں تو کیا غم ہے  
حدیث نامہ بری کہہ رہی ہے سب اچھا  
تڑپ تڑپ کے شب ہجر کاٹنے والو  
نئی سحر کی گھڑی کہہ رہی ہے سب اچھا  
حیات و موت کی تفریق کیا کریں ساغر  
ہماری شان خودی کہہ رہی ہے سب اچھا



کاروبار	وفا	کا	نام	نہ	لو
آدمی	کے	سزا	کا	نام	نہ
راہزن	شرمسار	سے	ہوں	گے	
رہبرو	راہنما	کا	نام	نہ	لو
ڈوب	جاتی	ہیں	کشتیاں	اکثر	
کیا	ہوا	ناخدا	کا	نام	نہ
کس	نے	توڑا	ہے	کاسے	مجنوں
ان	کے	دستِ سخا	کا	نام	نہ
کون	چپکے	سے	پی	کے	گزرا ہے
زاہد	پارسا	کا	نام	نہ	لو
رنگ	اڑ	جائے	گا	شگونوں	کا
اعتبار	صبا	کا	نام	نہ	لو
ذوق	انساں	کی	مفلسی	ساغر	
کہہ	رہی	ہے	خدا	کا	نام



کوئی	نالہ	یہاں	رسا	نہ	ہوا
اشک	بھی	حرف	مدعا	نہ	ہوا
تلخچی	درد	ہی	مقدر		تھی
جام	عشرت	ہمیں	عطا	نہ	ہوا
ماہتابی	نگاہ	والوں			سے
دل	کے	داغوں	کا	سامنا	نہ
آپ	رسم	جفا	کے	قائل	ہوں
میں	اسیر	غم	وفا	نہ	ہوا
وہ	شہنشاہ	نہیں	بھکاری		ہے
جو	فقیروں	کا	آسرا	نہ	ہوا
راہزن	عقل	،	ہوش		دیوانہ
عشق	میں	کوئی	رہنما	نہ	ہوا
ڈوبنے	کا	خیال	تھا		ساغر
ہائے	ساحل	پہ	ناخدا	نہ	ہوا



روداد محبت کیا کہیے کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے  
 دو دن کی مسرت کیا کہیے کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے  
 جب جام دیا تھا ساقی نے جب دور چلا تھا محفل میں  
 وہ ہوش کی ساعت کیا کہیے کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے  
 اب وقت کے نازک ہونٹوں پر مجروح ترنم رقصاں ہے  
 بیداد مشیت کیا کہیے کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے  
 احساس کے مے میں کہاں اب فکر و نظر کی قندیلیں  
 آلام کی شدت کیا کہیے کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے  
 کچھ حال کے اندھے تھے کچھ ماضی کے عیار سخن  
 احباب کی چاہت کیا کہیے کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے  
 کانٹوں سے بھرا ہے دامن دل شبنم سے سلگتی ہیں پلکیں  
 پھولوں کی سخاوت کیا کہیے کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے  
 اب اپنی حقیقت بھی ساغر بے ربط کہانی لگتی ہے  
 دنیا کی حقیقت کیا کہیے کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے





آوارگی      برنگ      تماشا      بُری      نہیں  
 ذوق      نظر      ملے      تو      یہ      دنیا      بُری      نہیں  
 کہتے      ہیں      تیری      زلف      پریشاں      کو      زندگی      نہیں  
 اے      دوست      زندگی      کی      تمنا      بُری      نہیں  
 ہے      ناخدا      کا      میری      تباہی      سے      واسطہ  
 میں      جانتا      ہوں      نیت      دریا      بُری      نہیں  
 جب      زندگی      کو      مل      نہ      سکا      زرفشاں      کفن  
 ذوق      فنا      کو      چادر      صحرا      بُری      نہیں  
 اچھا      ہوا      کہ      منزل      ہستی      سے      دور      ہیں  
 کچھ      راہ      و      رسم      خضر      و      مسیحا      بُری      نہیں  
 ساغر      کے      ساتھ      چل      کے      کبھی      میکدے      میں      سن  
 واللہ      حدیث      بادہ      و      مینا      بُری      نہیں



میں کہ آشفۃ و رسوا سر بازار ہوا  
چاک داماں کا تماشا سر بازار ہوا  
تیری عصمت کی تجارت پس دیوار سہی  
میری تقدیر کا سودا سر بازار ہوا  
پھر کوئی اہل جنوں دار پہ چڑھ جائے گا  
پھر ترے حسن کا چرچا سر بازار ہوا  
ہم نے رکھا ہے اسے دل کے مکاں میں برسوں  
جو کبھی ہم سے شناسا سر بازار ہوا  
مرحلے دید کے دشوار تھے لیکن ساغر  
منزل طور کا جلوہ سر بازار ہوا



بھولی ہوئی صدا ہوں ، مجھے یاد کیجیے  
تم سے کہیں ملا ہوں ، مجھے یاد کیجیے  
منزل نہیں ہوں ، خضر نہیں راہزن نہیں  
منزل کا راستہ ہوں ، مجھے یاد کیجیے  
میری نگاہ شوق سے ہر گل ہے دیوتا  
میں عشق کا خدا ہوں ، مجھے یاد کیجیے  
نغموں کی ابتدا تھی کبھی میرے نام سے  
اشکوں کی انتہا ہوں ، مجھے یاد کیجیے  
غم سم کھڑی ہیں دونوں جہاں کی حقیقتیں  
میں ان سے کہہ رہا ہوں ، مجھے یاد کیجیے  
ساغر کسی کے حسن تغافل شعار کی  
بہکی ہوئی ادا ہوں ، مجھے یاد کیجیے



اے حسن لالہ قام ذرا آنکھ تو ملا  
 خالی پڑے ہیں جام ذرا آنکھ تو ملا  
 کہتے ہیں آنکھ آنکھ سے ملنا ہے بندگی  
 دنیا کے چھوڑ کام ذرا آنکھ تو ملا  
 کیا وہ نہ آج آئیں گے تاروں کے ساتھ ساتھ  
 تنہائیوں کی شام ذرا آنکھ تو ملا  
 یہ جام ، یہ سبب یہ تصور کی چاندنی  
 ساقی کہاں مدام ، ذرا آنکھ تو ملا  
 ساقی مجھے بھی چاہیے اک جام آرزو  
 کتنے لگیں کے دام ، ذرا آنکھ تو ملا  
 پامال ہو نہ جائے ستاروں کی آبرو  
 اے میرے خوش خرام ذرا آنکھ تو ملا  
 ہیں راہ کہکشاں میں ازل سے کھڑے ہوئے  
 ساغر تیرے غلام ذرا آنکھ تو ملا



بھنور آنے کو ہے اے اہل کشتی ناخدا چُن لیں  
 چٹانوں سے جو ٹکرائے وہ ساحل آشنا چُن لیں  
 زمانہ کہہ رہا ہے میں نئی کروٹ بدلتا ہوں  
 انوکھی منزلیں ہیں کچھ نزلے رہنما چُن لیں  
 اگر شمس و قمر کی روشنی پر کچھ اجارہ ہے  
 کسی بے درد ماتھے سے کوئی تار ضیا چُن لیں  
 یقیناً اب عوامی عدل کی زنجیر چھٹکے گی  
 یہ بہتر ہے کہ مجرم خود ہی جرموں کی سزا چُن لیں  
 اسیری میں کریں حسن گلستاں کی نگہبانی  
 قفس میں بیٹھ کر طائر ذرا رنگ قضا چُن لیں  
 بگولے نگہت گل کے نمائندے کہاں ساغر  
 سنیں جو بات پھولوں کی وہ ہراز صبا چُن لیں



اس درجہ عشق موجب رسوائی بن گیا  
میں آپ اپنے گھر کا تماشا بن گیا  
دیر و حرم کی راہ سے دل بچ گیا مگر  
تیری گلی کے موڑ پہ سودائی بن گیا  
بزم وفا میں آپ سے اک پل کا سامنا  
یاد آ گیا تو عہد شناسائی بن گیا  
بمیاختہ بکھر گئی جلووں کی کائنات  
آئینہ ٹوٹ کر تیری انگڑائی بن گیا  
دیکھی جو رقص کرتی ہوئی موج زندگی  
میرا خیال وقت کی شہنائی بن گیا



اُردو کُتب خانہ

URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT



احتیاطاً فقر کا ہر مرحلہ کشتا رہا  
اتفاقاً آپ کی خیرات کا دھڑکا رہا  
آج پھر شبنم کے قطروں نے بجایا جلت رنگ  
آج پھر دامن مری آواز کا بھیگا رہا  
کوئی آیا ہے نہ آئے گا دل نادان کبھی  
میرے دروازے کا پردہ تو سدا ہلتا رہا  
رات کی رانی کا جھونکا تھا کسی کی یاد بھی  
دیر تک آنگن میرے احساس کا مہکا رہا  
تیز رو چلتے ہیں ساغر قافلے اس نام سے  
رہنماؤں سے ہمیشہ راہزن اچھا رہا



اے دل بے قرار چُپ ہو جا  
چکی ہے بہار چُپ ہو جا  
اب نہ آئیں گے روٹھنے والے  
دیدہ اشکبار چُپ ہو جا  
چکا کاروان لالہ و گل  
اڑ رہا ہے غبار چُپ ہو جا  
چھوٹ جاتی ہے پھول سے خوشبو  
روٹھ جاتے ہیں یار چُپ ہو جا  
ہم فقیروں کا اس زمانے میں  
کون ہے غمگسار چُپ ہو جا  
حادثوں کی نہ آنکھ کھل جائے  
حسرت سوگوار چُپ ہو جا  
گیت کی ضرب سے بھی اے ساغر  
ٹوٹ جاتے ہیں تار چُپ ہو جا





بدنامی حیات سے رنجور ہو گئے  
 اے یار ! تیری بات سے رنجور ہو گئے  
 یزداں کے حادثات پہ ہم نے کیا یقیں  
 اپنی شکست ذات سے رنجور ہو گئے  
 مرجھا کے رہ گئی غم دشنام کی بہار  
 فصل تکلفات سے رنجور ہو گئے  
 ہر رنگور پہ پُور ہیں انسانیت کے پاؤں  
 شیشے کی کائنات سے رنجور ہو گئے  
 اپنوں نے زندگی میں ہراساں کیا مجھے  
 غیروں کے التفات سے رنجور ہو گئے  
 ساغر سکون دے گئی دل کی کسک ہمیں  
 اکثر خوشی کی بات سے رنجور ہو گئے



نگاروں کے میلے ستاروں کے جھرمٹ  
 بہت دل نشیں ہیں بہاروں کے جھرمٹ  
 جواں ہیں اگر ولولوں کے تلاطم  
 تو موجوں میں بھی ہیں کناروں کے جھرمٹ  
 میرے چار تنکوں کی تقدیر دیکھو  
 ہیں چمن در چمن شراروں کے جھرمٹ  
 تیرے گیسوؤں سے جنم پا رہے ہیں  
 گلستاں گلستاں نظاروں کے جھرمٹ  
 چھلکتا رہا ہے میرا جام زریں  
 مہکتے رہے ہیں چناروں کے جھرمٹ  
 جہاں جل گئی شمع بزم تمنا  
 وہیں مل گئے جاں نثاروں کے جھرمٹ  
 تجھے یاد رکھیں گی ساغر بہاریں  
 ترے شعر ہیں گلغداروں کے جھرمٹ



نہ شانِ قیصر و کسریٰ نہ سطوت کے لا  
غمِ بشر جسے کہیے کہیں سے وہ شے لا  
خمارِ لالہ و گل ہے نہ کیفِ رقص صبا  
بہار میں بھی رہا دامنِ چمن پھیلا  
جسے تصورِ انساں کشید کرتا ہے  
شعورِ ڈوب کے نکلے نہ جس میں وہ مے لا  
وہ جس کے پاس ہو زخمِ حیات کا مرہم  
کہیں سے ڈھونڈ کوئی ایسا چارہ گر ہے لا  
درِ سخاوتِ احساس بند ہے ساغر  
شکستِ کاسۂ مجنوں نہ اب سگ لیلے



محفلیں لٹ گئیں جذبات نے دم توڑ دیا  
 ساز خاموش ہیں نعمات نے دم توڑ دیا  
 ہر مسرت غم دیروز کا عنوان بنی  
 وقت کی گود میں لمحات نے دم توڑ دیا  
 اُن گنت محفلیں محروم چراغاں ہیں ابھی  
 کون کہتا ہے کہ ظلمات نے دم توڑ دیا  
 آج پھر بچھ گئے جل جل کے امیدوں کے دیئے  
 آج پھر تاروں بھری رات نے دم توڑ دیا  
 جس سے افسانہ ہستی میں تسلسل تھا کبھی  
 ان محبت کی روایات نے دم توڑ دیا  
 جھلملاتے ہوئے اشکوں کی لڑی ٹوٹ گئی  
 جگمگاتی ہوئی برسات نے دم توڑ دیا  
 ہائے آداب محبت کے تقاضے ساغر  
 لب ہلے اور شکایات نے دم توڑ دیا



لوگ لیتے ہیں یونہی شمع اور پروانے کے نام  
کچھ نہیں ہے اس جہاں میں غم کے افسانے کے نام  
مٹ گئی بربادی دل کی شکایت دوستو  
اب گلستاں رکھ لیا ہے میں نے ویرانے کے نام  
شوخی قد نگاراں میری صہبا کا وجود  
مستی چشم غزالاں میرے پیانے کے نام  
اس کو کہتے ہیں غم تقدیر کی نیلام گاہ  
ہے زبانِ تشنگی میں اور میخانے کے نام  
دیکھیے ! ساغر کی آشفتنہ نگاہی کا کمال  
مستیاں چھلکا رہا ہے ایک دیوانے کے نام



تاروں سے میرا جام بھرو ! میں نشے میں ہوں  
 اے ساکنانِ خلد سنو ! میں نشے میں ہوں  
 کچھ پھول کھل رہے ہیں سر شاخِ مے کدہ  
 تم ہی ذرا یہ پھول چنو ! میں نشے میں ہوں  
 ٹھہرو ابھی تو صبح کا مارا ہے صوفشاں  
 دیکھو ! مجھے فریب نہ دو ! میں نشے میں ہوں  
 نشہ تو موت ہے غم ہستی کی دھوپ میں  
 بکھرا کے زلف ساتھ چلو ! میں نشے میں ہوں  
 میلہ یوں ہی رہے یہ سرِ رہگزارِ زیست  
 اب جامِ سامنے ہی رکھو میں نشے میں ہوں  
 پائل چھنک رہی ہے نگارِ خیال کی !  
 کچھ اہتمامِ رقص کرو ! میں نشے میں ہوں  
 میں ڈگمگا رہا ہوں بیابانِ ہوش میں  
 میرے ابھی قریب رہو ! میں نشے میں ہوں  
 ہے صرف ایک تبسمِ رنگیں بہت مجھے  
 ساغرِ بدوش لالہ رخو ! میں نشے میں ہوں



جب گلستاں میں بہاروں کے قدم آتے ہیں  
 یاد بھولے ہوئے یاروں کے کرم آتے ہیں ہیں  
 لوگ جس بزم میں آتے ہیں ستارے لے کر  
 ہم اسی بزم میں بادیدہٗ خم آتے ہیں! میں  
 میں وہ اک رندِ خرابات ہوں مے خانے میں  
 میرے سجدے کے لیے ساغرِ جم آتے ہیں  
 اب ملاقات میں وہ گرمی جذبات کہاں  
 اب تو رکھنے وہ محبت کا بھرم آتے ہیں  
 قرب ساقی کی وضاحت تو بڑی مشکل ہے  
 ایسے لمحے تھے جو تقدیر سے کم آتے ہیں  
 میں بھی جنت سے نکالا ہوا اک بت ہی تو ہوں  
 ذوقِ تخلیق تجھے کیسے ستم آتے ہیں  
 چشمِ ساغر ہے عبادت کے تصور میں سدا  
 دل کے کعبے میں خیالوں کے صنم آتے ہیں



قرب دار کٹا دن ، تو رات کانٹوں پر  
گزار دی ہے کسی نے حیات کانٹوں پر  
تغیرات سے افزوں ہے ارتقاء کا مزاج  
ملا کلی کو چمن میں ثبات کانٹوں پر  
بلا دے دامن ہستی جو تار تار ہوا  
مرے جنوں نے لگائی ہے گھات کانٹوں پر  
چمک رہے ہیں شگونے تمہاری یادوں کے  
جی ہے شبنم و گل کی برات کانٹوں پر  
یہ اور بات ہے ، پھولوں کا ذکر تھا ساغر  
کہ اتفاق سے پہنچی ہے بات کانٹوں پر





ایک وعدہ ہے کسی کا جو وفا ہوتا نہیں  
 ورنہ ان تاروں بھری راتوں میں کیا ہوتا نہیں  
 جی میں آتا ہے الٹ دیں ان کے چہرے کے نقاب  
 حوصلہ کرتے ہیں لیکن حوصلہ ہوتا نہیں  
 شمع جس کی آبرو پر جان دے دے جھوم کر  
 وہ پتنگا جل تو جاتا ہے فنا ہوتا نہیں  
 اب تو مدت سے رہ و رسم نظارہ بند ہے  
 اب تو ان کا طور پر بھی سامنا ہوتا نہیں  
 پر شناور کو نہیں ملتا طلاطم سے خراج  
 ہر سفینے کا محافظ ناخدا ہوتا نہیں  
 ہر بھکاری پا نہیں نہیں سکتا مقام خواجگی  
 ہر کس و ناکس کو تیرا غم عطا ہوتا نہیں  
 ہائے یہ بیگانگی اپنی نہیں مجھ کو خبر  
 ہائے یہ عالم کہ تو دل سے جدا ہوتا نہیں



تیری نظر کا رنگ بہانوں نے لے لیا  
افسردگی کا روپ ترانوں نے لے لیا  
جس کو بھری بہار میں غنچے نہ کہہ سکے  
وہ واقعہ بھی میرے فسانوں نے لے لیا  
شاید ملے گا قریہِ مہتاب میں سکوں  
اہل خرد کو ایسے گمانوں نے لے لیا  
یزداں سے بچ رہا تھا جلالت ایک لفظ  
اس کو حرم کے شوخ بیانوں نے لے لیا  
تیری ادا سے ہو نہ سکا جس کا فیصلہ  
وہ زندگی کا راز نشانوں نے لے لیا  
افسانہ حیات کی تکمیل ہو گئی  
اپنوں نے لے لیا کہ بیگانوں نے لے لیا  
بھولی نہیں وہ قوس قزح کی سوی صورتیں  
ساغر تمہیں تو مست دھیانوں نے لے لیا



جلوے مچل رہے ہیں نظاروں کی آگ میں  
 کچھ پھول جل رہے ہیں بہاروں کی آگ میں  
 آشتی سے چور ہیں ، زلفوں کی بدلیاں  
 ساقی شراب ڈال چناروں کی آگ میں  
 پلکوں میں بھیگی بھیگی ہیں کجلے کی دھاریاں  
 شبنم مہک رہی ہے شراروں کی آگ میں  
 گر مے نہں تو پیار کے دو بول ہی سہی  
 کچھ تو کمی ہو بادہ گساروں کی آگ میں  
 اللہ رے یقین محبت کی داستاں  
 دامن سلگ رہا ہے ستاروں کی آگ میں  
 کہتی ہیں ناخدا سے یہ موجوں کی شورشیں  
 تیرے بھی مشورے تھے کناروں کی آگ میں  
 ساغر رہیں گے رونق بازار آرزو  
 اشعار جو کہے ہیں نگاروں کی آگ میں



جگر کے زخم جاگے ایک شام نو بہار آئی!  
 نہ جانے تیری گلیوں سے فضائے مشکبار آئی!  
 اسیروں نے نئی دھن میں کوئی فریاد چھیڑی ہے  
 شگونی مسکرائے اک صدائے کیف بار آئی  
 ہے گرد کارواں کی گود میں شاید کوئی منزل  
 سنو اے رہنماؤ! اک نوید لالہ زار آئی  
 کسی رند جہاں کش نے کوئی پیمانہ توڑا ہے  
 تمناؤں کے گلزاروں میں اک صورت ہزار آئی  
 جبین عشق نے سجدے کیے تقدیس الفت کے  
 چمن میں رقص فرماتی ہوئی موج خمار آئی  
 شگفتہ کس قدر مجموعہ اشعار ساغر ہے  
 صبا لے کر چمن میں جیسے پیغام قرار آئی



جذبہ سوز طلب کو بیکراں کرتے چلو  
 غلو بہ غلو روشن چراغ کارواں کرتے چلو  
 چشم ساقی پر تبسم میکدہ بہکا ہوا  
 آؤ قسمت کو حریف کہکشاں کرتے چلو  
 چھین لاؤ آسماں سے مہر و مہ کی عظمتیں  
 اور ٹوٹے جھونپڑوں کو ضوفشاں کرتے چلو  
 زندگی کو لوگ کہتے ہیں برائے بندگی  
 زندگی کٹ جائے گی ذکر بتاں کرتے چلو  
 جن سے زندہ ہو یقین و آگہی کی آبرو  
 عشق کی راہوں میں کچھ ایسے گماں کرتے چلو  
 ہر نفس اے جینے والو! شغل پیانہ رہے  
 بے خودی کو زندگی کا پاسباں کرتے چلو  
 چھیڑ کر ساغر کسی کے گیسوؤں کی داستاں  
 ان شگوفوں کو ذرا شعلہ زباں کرتے چلو



اچھاں جام کہ تنخیر کائنات کریں  
بکھیر زلف کہ تنظیم حادثات کریں  
شکست بازیِ دوراں ہے ایک جرعہ مے  
چلو کہ بازیِ دوراں کو آج مات کریں  
بجھا چراغ نظر لٹ چکی ہے بزم خیال  
چلو کہ صبح کے تارے سے کوئی بات کریں  
روش روش پہ سجاوئیں سخن کے گلدستے  
بہار فکر سے تزمین کائنات کریں  
وہ جن کو خوف ہو گرماب وقت سے ساغر  
وہ اپنی ناؤ سپرد غم حیات کریں



پھول چاہے تھے مگر ہاتھ میں آئے پتھر  
ہم نے آغوشِ محبت میں سلائے پتھر  
وحشتِ دل کے تکلف کی ضرورت کے لیے  
آج اس شوخ نے زلفوں میں سجائے پتھر  
ان کے قدموں کے تلے چاند ستارے دیکھے  
اپنی راہوں میں سلگتے ہوئے پائے پتھر  
میں تری یاد کو یوں دل میں لیے پھرتا ہوں  
جیسے فرہاد نے سینے سے لگائے پتھر  
فکرِ ساغر کے خریدار نہ بھولیں گے کبھی  
میں نے اشکوں کے گہر تھے جو بنائے پتھر



پھول مسلیں تو انھیں نغمہ و جھنکار ملیں  
میں نے کانٹے تو نہیں بوئے کہ انگار ملیں  
آنکھ لرزاں سر محفل ہستی ہے دوست  
ان کی چلمن کے قریں تشنہ دیدار ملیں  
اس کو ادراک کی پر نور زباں کہتے ہیں  
جس میں انسان کی تعظیم کے اطوار ملیں  
ایسی مجروح تمنا ہی صلیب غم ہے  
جس کو غنچے بھی بہاروں میں گرفتار ملیں  
خون دل شرط ہے اے یار بصیرت کے لیے  
یہ بھی ممکن ہے کہ صحراؤں میں گلزار ملیں  
حیف اس چارہ گر وقت کی قسمت ساغر  
جس کو ہر گام پہ تقدیر کے بہار ملیں





ہیں	رہی	مل	دعا میں	کی	بزرگوں
ہیں	رہی	مل	سزائیں	کو	محبت
دیکھ	کے	غم	تمہارے	ہیں	فروزاں
ہیں	رہی	مل	فضائیں	روشن	بڑی
پریشاں	پر	شانوں	ہیں	گیسو	حسین
ہیں	رہی	مل	گھٹائیں	ان سے	گلے
نہیں	کو	جن	تک	بزم	شعور
ہیں	رہی	مل	ادائیں	رنگیں	انھیں
ہے	رہا	اڑ	میں	آنچل	ترا
ہیں	رہی	مل	نوائیں	کو	ترانوں
بختو	تیرہ	میں	کشوں	بادہ	چلو
ہیں	رہی	مل	ضیائیں	کا	ستاروں
میں	وطن	ساغر	صلہ	کا	وفاؤں
ہیں	رہی	مل	جفائیں	ارزاں	بہت



جنا و جور کی دنیا سنوار دی ہم نے  
زہے نصیب کہ ہنس کر گزار دی ہم نے  
کلی کلی ہمیں حیرانیوں سے تکتی ہے  
کہ پت جھڑوں میں صدائے بہار دی ہم نے  
خیال یار کی رنگینیوں میں گم ہو کر  
جمال یار کی عظمت نکھار دی ہم نے  
اسے نہ جیت سکے گا غم زمانہ اب  
جو کائنات ترے در پہ ہار دی ہم نے  
وہ زندگی کہ جسے زندگی سے نسبت تھی  
تمہاری زلف پریشاں پہ وار دی ہم نے  
کچھ ایسا سرد ہوا جذبہ وفا ساغر  
خود اپنی ذات کو ہنس ہنس کے خار دی ہم نے



اُردو کُتب خانہ

URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT



جل تو سنِ میرے فیض وہ جس میں میں دیکھ موسم  
رہا زندگی نغموں اور فنا نے شرارہ نے کر گل  
ہے کہاں میں ڈوب تاقی کی زروں زرد کی بات یاد  
چراغ جاتی شہنائی گزرا کھائی ہوں سلجھائی ساغر آئی  
آئی



اُردو کُتب خانہ

URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT



دن کٹ گئے جنوں کے آلام کے سہارے  
سب کام چل گئے ہیں اک جام کے سہارے  
بے چینیوں کی منزل ، بیتابیوں کی راہیں  
کیا ڈھونڈتا ہے اے دل آرام کے سہارے  
مسرت سے دیکھتا ہوں مجروح عشقوں کو  
اک صبح ہو رہی ہے اک شام کے سہارے  
اے سنگدل زمانے! روداد عاشقی کا  
آغاز کر دیا ہے انجام کے سہارے  
تیرے گیسوؤں کے سائے مری زندگی کا عنوان  
مری شاعری فروزاں تیرے نام کے سہارے  
مایوسیوں کی مئے سے مخمور ہو گئے ہیں  
ٹوٹے ہوئے سبب ہیں اب کام کے سہارے



فریاد کے تقاضے ہیں نغمہ سخن میں  
الفاظ سو گئے ہیں کاغذ کے پیراہن میں  
ہر آن ڈس رہی ہے ماضی کی تلخ یادیں  
محسوس کر رہا ہوں بیچارگی وطن میں  
اے پاسبان گلشن تجھ کو خبر نہیں ہے  
شعلے بھڑک رہے ہیں پھولوں کی انجمن میں  
اے یار تیرے غم سے فرصت اگر ملی تو  
تبدیلیاں کروں گا اس عالم کہن میں  
دیکھا ہے میں نے دل کی بیتابیوں کا منظر  
اک ٹوٹی کلی میں اک ڈوبتی کرن میں



اُردو کُتب خانہ

URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT



دو جہانوں کی خبر رکھتے ہیں  
 بادہ خانوں کی خبر رکھتے ہیں  
 خار زاروں سے تعلق ہے ہمیں  
 گلستانوں کی خبر رکھتے ہیں  
 ہم الٹ دیتے ہیں صدیوں کے نقاب  
 ہم زمانوں کی خبر رکھتے ہیں  
 ان کی گلیوں کے مکیں کی سنو  
 لامکانوں کی خبر رکھتے ہیں  
 چند آوارہ بگولے اے دوست  
 کاروانوں کی خبر رکھتے ہیں  
 زخم کھانے کا سلیقہ ہو جنہیں  
 وہ نشانوں کی خبر رکھتے ہیں  
 کچھ زمینوں کے ستارے ساغر  
 آسمانوں کی خبر رکھتے ہیں



خیال یار میں ہم پُر بہار رہتے ہیں  
خزاں کے دن بھی ہمیں سازگار رہتے ہیں  
چمن میں صرف ہمارا ہی ذکر ہوتا ہے  
برنگ لالہ ہمیں داغدار رہتے ہیں  
یہ اور بات کہ تم آئے ہو تو کوئی نہیں  
وگر نہ غم تو یہاں بے شمار رہتے ہیں  
جہان قدس بھی میری نظر سے گزرا ہے  
وہاں بھی تیری نظر کے شکار رہتے ہیں  
بصیرتوں کو نکھارا ہمیں نے اے ساغر  
تجلیوں سے ہمیں ہمکنار رہتے ہیں



چاندنی شب ہے ستاروں کی روانیں سی لو  
عید آئی ہے بہاروں کی روانیں سی لو  
چشم ساقی ہے کہو تشنہ امیدوں کے لیے  
تم بھی کچھ بادہ گساروں کی روانیں سی لو  
ہر برس سوزن تقدیر چلا کرتی ہے  
اب تو کچھ سینہ فگاروں کی روانیں سی لو  
لوگ کہتے ہیں تقدس کے سبب ٹوٹیں گے  
جھومتی راہگزاروں کی روانیں سی لو  
قلزم خلد سے ساغر کی صدا آئی ہے  
آپ بیتاب کناروں کی روانیں سی لو





درد کے ماروں پر ہستا ہے زمانہ بے خبر  
زخم ہستی کی کسک سے ہے نشانہ بے خبر  
نگاہوں کے سائے میں ٹوٹے پڑے ہیں چند پھول  
بجلیوں کی یورشوں سے آشیانہ بے خبر  
حسن برہم کو نہیں حال پریشاں سے غرض  
ساز دل کی دھڑکنوں سے ہے ترانہ بے خبر  
ہم قرار دل نہیں ہیں ہم نہیں آنکھوں کا نور  
ہم سے آوارہ کا ہوتا ہے ٹھکانہ بے خبر  
دونوں عالم وسعت آغوش کی تفسیر ہیں  
دیکھنے میں ہے نگاہِ محرمانہ بے خبر  
آپ اپنے فن سے ناواقف ہے ساغر کی نظر  
لعل و گوہر کی ضیاءوں سے خزانہ بے خبر



چوٹ کھا کر خود شناس و خود نگر ہو جائے  
کیوں کسی کے عشق میں شوریدہ سر ہو جائے  
اپنے دل کے داغ بھی کو دے اٹھیں تو کم نہیں  
اپنی منزل کے لیے خود راہبر ہو جائے  
چھوڑ دیجئے عظمت یزداں کی جھوٹی داستاں  
آج انساں کی نظر میں معتبر ہو جائے  
آج بی دو چار قطرے پی کے مرے جام کے  
اہل دل اہل وفا اہل نظر ہو جائے  
صرف طوفاں میں یہی بچنے کی ایک تدبیر ہے  
جس طرف موجیں اٹھتی ہوں ادھر ہو جائے  
پھر ذرا چھلکائیے ساغر مئے دیدار کو  
پھر نقاب رخ الٹ کر جلوہ گر ہو جائے



چاک دامن کو جو دیکھا تو ملا عید کا چاند  
اپنی تقدیر کہاں بھول گیا عید کا چاند  
ان کے آبروئے خمیدہ کی طرح تیکھا ہے  
اپنی آنکھوں میں بڑی دیر چھپا عید کا چاند  
جانے کیوں آپ کے رخسار مہک اٹھتے ہیں  
جب کبھی کان میں چپکے سے کہا عید کا چاند  
لے کے حالات کے صحراؤں میں آ جاتا ہے  
آج بھی خلد کی رنگین فضا عید کا چاند  
تلخیاں بڑھ گئیں جب زیت کے پیمانے میں  
گھول کر درد کے ماروں نے پیا عید کا چاند  
چشم تو وسعت افلاک میں کھوئی ساغر  
دل نے اک اور جگہ ڈھونڈ لیا عید کا چاند



حاضر شراب و جام ہیں تو جاگ تو سہی  
الطاف خاص و عام ہیں تو جاگ تو سہی  
ہیں اختیار شوق میں تاروں کی منزلیں  
بہکے ہوئے مقام ہیں تو جاگ تو سہی  
اب شب کی ظلمتوں میں کہیں آس پاس ہی  
صبحوں کے اہتمام ہیں تو جاگ تو سہی  
افسردگی گناہ کی تمثیل ہے ندیم  
بے چینیاں حرام ہیں تو جاگ تو سہی  
ساغر ! قریب تر ہے دیارِ ممہ و نجوم  
بس اور چند گام ہیں تو جاگ تو سہی



چمن میں غنچے کھلے ہوئے ہیں مگر نگار چمن نہیں ہے  
 نگاہ میں وسعتیں نہیں ہیں خیال میں بانگپن نہیں ہے  
 کبھی خرد کے جہاں سے گزرے کبھی جنوں کا نگر بسایا  
 میں بے نیاز قیام و راحت ہمارا کوئی وطن نہیں ہے  
 ہماری حالت پہ رونے والو، ہماری عادت پہ ہنسنے والو  
 تمہیں کوئی رنج تو ہو گا ! ہمیں کوئی محن نہیں ہے  
 تمہاری کاکل کا نام لے کر بہار پھولوں کو ڈس رہی ہے  
 غرور شبنم تو پھر اڑا ہے وقار سرو و سمن نہیں ہے  
 حیا کے پہرے ہیں بازوؤں پر جبیں پہ آنچل کی حکمرانی  
 کوئی ہمکتا ہوا تنفس کوئی مچلتی کرن نہیں ہے  
 یہاں جو بڑھ کر اٹھائے مینا اسی کا ساغر اسی کی مینا  
 ہیں اپنے اپنے نصیب ساقی کسی کا کوئی سجن نہیں ہے



زخم	دل	پر	بہار	دیکھا	ہے
کیا	عجب	لالہ	زار	دیکھا	ہے
جن	کے	دامن	میں	کچھ	نہیں
ان	کے	سینوں	میں	پیار	دیکھا
تشنگی	ہے	صدف	کے	ہونٹوں	پر
گل	کا	سینہ	فگار	دیکھا	ہے
خاک	اڑتی	ہے	تیری	گلیوں	میں
زندگی	کا	وتار		دیکھا	ہے
ساقیا!		اہتمام	بادہ		کرا
وقت	کو	سوگوار		دیکھا	ہے
جذبہ	غم	کی	خیر	ہو	ساغر
حسرتوں	پر	نکھار		دیکھا	ہے



دکھ درد کی سوغات ہے دنیا تری کیا ہے  
اشکوں بھری برسات ہے دنیا تری کیا ہے  
کچھ لوگ یہاں نور سحر ڈھونڈ رہے ہیں  
تاریک سی ایک رات ہے دنیا تری کیا ہے  
پابند مشیت ہے تنفس بھی نظر بھی  
اک جزیئہ لمحات ہے دنیا تری کیا ہے  
تقدیر کے چہرے کی شکن دیکھ رہا ہوں  
آئینہ حالات ہے دنیا تری کیا ہے  
مجروح تقدس ہے تقدس کی حقیقت  
رودادِ خرابات ہے دنیا تری کیا ہے  
ساغر میں چھلکتے ہیں سموات کے اسرار  
ساقی کی کرامات ہے دنیا تری کیا ہے



چراغ طور جلاؤ بڑا اندھیرا ہے  
 ذرا نقاب اٹھاؤ بڑا اندھیرا ہے  
 وہ جن کے ہوتے ہیں خورشید آستینوں میں  
 انہیں کہیں سے بلاؤ بڑا اندھیرا ہے  
 مجھے تمہاری نگاہوں پہ اعتماد نہیں  
 میرے قریب نہ آؤ بڑا اندھیرا ہے  
 فراز عرش سے ٹوٹا ہوا کوئی تارا  
 کہیں سے ڈھونڈ کے لاؤ بڑا اندھیرا ہے  
 ابھی تو صبح کے ماتھے کا رنگ کالا ہے  
 ابھی قریب نہ آؤ بڑا اندھیرا ہے  
 جسے زبان خرد میں شراب کہتے ہیں  
 وہ روشنی سے پلاؤ بڑا اندھیرا ہے





ایک	مدت	ہوئی	اک	زمانہ	ہوا
خاک	گلشن	میں	جب	آشیانہ	ہوا
زلف	برہم	کی	جب	شناسائی	ہوئی
زندگی	کا	چلن	مجرمانہ		ہوا
پھول	جلتے	رہے	چاند	ہنستا	رہا
آرزو	کا	مکمل	فسانہ		ہوا
داغ	دل	کے	شہنشاہ	کے	سگے
دل	کا	مفلس	کدہ	جب	خزانہ
راہبر	نے	پلٹ	کر	نہ	دیکھا
راہرو	راستے	کا	نشانہ		ہوا
ہم	جہاں	بھی	گئے	ذوق	سجدہ
ہر	جگہ	آپ	کا	آستانہ	ہوا
دیکھ	مضرب	سے	خوں	ٹپکنے	لگا
ساز	کا	تار	مرگ	ترانہ	ہوا
پہلے	ہوتی	تھی	خوئے	وفا	پروری
اب	تو	ساغر	یہ	قصہ	پرانہ



چمن سے برق و شرر سے خطاب کرتا ہوں  
 شعور فکر و نظر سے خطاب کرتا ہوں  
 قدم قدم پہ کھلاتا ہوں گل معانی کے  
 جہان شمس و قمر سے خطاب کرتا ہوں  
 جبیں پہ سطوت الہام کے تقاضے ہیں  
 قلب و جگر سے خطاب کرتا ہوں  
 میں ایک مرد قلندر ، میں ایک دیوانہ  
 طلوع نور سحر سے خطاب کرتا ہوں  
 مزاج شبنم و لالہ سے بات ہے میری  
 نگاہ شعلہ نگر سے خطاب کرتا ہوں  
 نہ کارواں سے شکایت نہ رہنما سے کلام  
 غبار راہ گزر سے خطاب کرتا ہوں  
 ہر ایک گام پہ ہیں پتھروں کی دیواریں  
 سکوت اہل ہنر سے خطاب کرتا ہوں  
 بنام عظمت یزداں کبھی کبھی ساغر  
 وقار حسن بشر سے خطاب کرتا ہوں



خیال ہے کہ بجھا دو یہ روشنی کے چراغ  
کہ مستیوں کے جلائے ہیں بیخودی کے چراغ  
چلو نگاہ کی مشعل کو ساتھ لے لے چلیں  
فراز شوق پہ روشن ہیں آگہی کے چراغ  
روش روش پہ ہر اسماں ہیں چاند کی کرنیں  
قدم قدم پہ سلگتے ہیں بیکسی کے چراغ  
مچل رہے ہیں بہت سانپ آستنیوں میں  
بھڑک رہے ہیں ابھی شام راستی کے چراغ  
چمک رہی ہے لڑی موتیوں کے سینے پر  
جلائے کس نے یہ گلہائے شبِ بنی کے چراغ  
اُچھال ساغر مئے دل بحال ہوں ساقی  
کہ روشنی کو ترستے ہیں زندگی کے چراغ

## عورت

اگر بزمِ انساں میں عورت نہ ہوتی  
 خیالوں کی رنگین جنت نہ ہوتی  
 ستاروں کے دل کش فسانے نہ ہوتے  
 بہاروں کی نازک حقیقت نہ ہوتی  
 جبینوں پہ نورِ مسرت نہ ہوتی  
 نگاہوں میں شانِ مروت نہ ہوتی  
 گھاؤں کی آمد کو ساون ترستے  
 فضاؤں میں بہکی بغاوت نہ ہوتی  
 فقیروں کو عرفانِ ہستی نہ ملتا  
 عطا زاحدوں کو عبادت نہ ہوتی  
 مسافر سدا منزلوں پہ بھٹکتے  
 سفینوں کو ساحل کی قربت نہ ہوتی  
 ہر اک پھول کا رنگ پھیکا سا ہوتا  
 نسیم بہاراں میں نکلت نہ ہوتی  
 خدائی کا انصاف خاموش رہتا  
 سنا ہے کسی کی شفاعت نہ ہوتی

## شاعر

وقت کے تیروں سے چھلنی ہیں مرے قلب و جگر  
 فکر فردا میں گزرتے ہیں مرے شام و سحر  
 حادثے کرتے ہیں پرش میرے حال زار کی  
 میں کہ پگڈنڈی ہوں جیسے وادی پر خار کی  
 صورت رنج و الم ہے غم گسار زندگی  
 زندگی کو بھی نہیں ہے اعتبار زندگی  
 ٹھوکریں کھاتا ہے میرے گھر میں آ کر ماہتاب  
 درمیان عیش و عشرت میری ہستی ہے حجاب  
 لوگ فرزانہ سمجھتے ہیں مگر مدہوش ہوں  
 میں کلیم نور و نکہت ہوں مگر خاموش ہوں  
 میں وہ سجدہ ہوں جسے آدم کا سر تکتا رہا  
 میں وہ نالہ ہوں جسے سوز اثر تکتا رہا

## مست نظر جوگی

او مست نظر جوگی

کب ظلمت ہستی میں تقریب سحر ہو گی  
او مست نظر جوگی

اسرار بتا مجھ کو ہاتھوں کی لکیروں کا  
تقدیر کے رانجھوں کا امید کی ہیروں کا  
حالات کی نگری میں بدنام فقیروں کا  
کب اجڑی ہوئی بستی پھولوں کا نگر ہو گی  
او مست نظر جوگی

دے کوئی جواب آخر کچھ میرے سوالوں کا  
تدبیر کے آشفٹہ مجموع غزالوں کا  
بے چین امتگوں کا بے باک خیالوں کا  
ہم درد کے ماروں کی کیا یوں ہی بسر ہو گی  
او مست نظر جوگی

ہم جن کے لیے اپنی جنت کو مٹا بیٹھے  
ہم جن کے لیے اپنی سطوت کو گنوا بیٹھے  
ہم جن کے لیے اپنی عزت کو لٹا بیٹھے  
کیا ان کو بھی یوں اپنے لئے کی خبر ہو گی  
او مست نظر جوگی

آفات و الم گھر میں مہمان رہیں گے کیا؟  
جاری یہ قیامت کے سامان رہیں گے کیا؟

## عید کا چاند

عید کا چاند ہے خوشیوں کا سوالی اے دوست  
خوشیاں بھیک میں مانگے سے کہاں ملتی ہیں  
دست سائل میں اگر کاسہ غم چیخ اٹھے  
تب کہیں جا کے ستاروں سے گراں ملتی ہیں  
عید کے چاند ! مجھے محرم عشرت نہ بنا  
میری صورت کو تماشائے الم رہنے دے  
مجھ پہ حیراں ہیں اہل کرم ہونے دو  
دہر میں مجھ کو شناسائے الم رہنے دو  
یہ مسرت کی فضا میں تو چلی جاتی ہیں  
کل وہی رنج کے ، آلام کے دھارے ہوں گے  
چند لمحوں کے لیے آج گلے سے لگ جا  
اتنے دن تو نے بھی ظلمت میں گزارے ہوں گے



## تاریک صدف

جھولیوں میں کونکے پتھر کے اور مٹی کے روڑ  
گاہے گاہے زندگی کے بے محل نشے کا توڑ  
ٹوٹے پھوٹے آنسوؤں میں حسن فطرت کی جھلک  
ہے غبارِ راہ سے ان کی جبینوں پر مہک  
اجڑے اجڑے سے گریباں ویراں ویراں سے جمال  
کونکے سے لکھ دیئے کس نے ریاضی کے سوال  
گیسوؤں میں گردشِ ایام کی سی الجھنیں  
سانولے چہروں میں صبح و شام کی سی الجھنیں  
اپنے لٹکے آنچلوں سے بے خبر دُھن میں رواں  
ہوٹلوں کی بھٹیاں یہ چائے خانوں کا دھواں





شام کے ڈھلکے ہوئے سائے مری جاگیر ہیں  
 چند آنسو ، چند تارے حاصل تقدیر ہیں  
 میں غزال صید بھی ہوں ، ترکش صیاد بھی  
 میں کہ شبنم کا جنم ہوں اور شعلہ زاد بھی  
 میں کبھی شام خزاں ہوں اور کبھی صبح بہار  
 ہنس کے کھا لیتا ہوں میں اکثر فریب روزگار  
 میری دنیا میں اجالے ، ظلمتوں کے پیشوا  
 موج میری کشتی کے لیے ہے ناخدا  
 میں صدف کی آرزو ہوں میں بگوئے کا وجود  
 میری خاکستر سے روشن ہیں مقاماتِ شہود  
 پارسائی، زہد و تقویٰ سے مجھے نسبت نہیں  
 لغزشوں کے جانچ لوں اتنی مجھے فرصت نہیں  
 عشق کے دہکے الاؤ کی گلابی آنچ ہوں  
 چھ گیا روح الامیں کے پاؤں میں وہ کانچ ہوں  
 گھومتی رہتی ہیں دن بھر کوچہ و بازار میں  
 ایک حصہ یہ بھی ہیں دنیا کے کاروبار میں  
 ان گرد و پیش لاکھوں داستانوں کا ہجوم  
 ان کے پتھر بن سکیں گے کیا کبھی ماہ و نجوم؟  
 ان کے دامن میں کوئی موتی نہیں تازہ نہیں  
 ان کی قسمت میں شبستانوں کا نظارہ نہیں  
 شہر سے کچھ دور ان کے جھونپڑے آباد ہیں



چل بصیرت کی عبا میں ایک تکتہ اور ٹانگ  
 کارخانوں اور ملوں کے بند دروازوں میں جھانک  
 چند سگّوں کے لیے ہے بنت صحرا کا وقار  
 ان کے پہلو میں تصور اور خیالوں کا مزار  
 چار پیسے کی کھنک ان کے لیے پائل کا راگ  
 چھپ کے ٹھنڈی راکھ میں سوئے ہوئے ہیں ان کے بھاگ  
 ملگجے ملبوس ان کے بے نیاز رنگ و بو  
 کونلوں کا ڈھیر ہے ان کی جوانی کا غرور  
 اک شرارہ پھینک دو سارا الاؤ جل اٹھے  
 اک ذرا گرمی سے آنکھیں ہی ملاؤ جل اٹھے  
 شام کے ڈھلتے ہوئے سائے جدھر جاتے ہیں دوست  
 ان کی تقدیروں کے مالک اس طرف آتے ہیں دوست

## ایک پیکر

بکھرے	ہوئے	ہیں	کالے	گیسو
دل	پہ	ڈسنے	والے	گیسو
گوری	گوری	کوئل		بانہیں
شام	و	سحر	کی	گاہیں
پلکوں	پہ	کجلے	کے	ڈورے
رنگ	حنائی	پورے	پورے	پورے
ہونٹوں	پہ	ہلکا	سا	تبسم
آنکھوں	میں	اعجاز		تکلم!
ماٹھے	چندا	ٹھوڑی		تارہ
چاک	گریباں	ذوق		نظارہ
کانوں	میں	چاندی	کے	بالے
مدھ	متوالے	جوبن		پیالے
ناگن	سی	چوٹی		لہرائے
لمحے	لمحے	بس		پھیلائے
امرت	جل	چرنوں	کی	دھونی
لمبی	پلکیں	ناک		سلوٹی
زاہد	کا	ایمان		سلامت
حاکم	کا	فرمان		سلامت

## انقلاب وقت

ایک یہ بھی انقلاب وقت کی تصویر ہے  
راہزنی، غارت گری، بیداد کی تشہیر ہے  
عاقبت ہے سر برہنہ آبرو نخچیر ہے  
نعرہ حق و صداقت لائق تعزیر ہے

ایک یہ بھی انقلاب وقت کی تصویر ہے

ایک شب اجڑا کسی بابا کی بیٹی کا سہاگ  
اڑ گئی پھولوں کی خوشبو ڈس گئے کلیوں کو ناگ  
ظلمتوں میں سو رہے ہیں چاندنی راتوں کے بھاگ  
آدمیت ان دنوں اک لاشہ تقدیر ہے

ایک یہ بھی انقلاب وقت کی تصویر ہے

ایک بیچارے نے دم توڑا شفا گھر کے قریب  
برق کے جھٹکے سے ٹھنڈا ہو گیا اک بدنصیب  
لاریوں کی ٹکڑوں سے مر گئے کتنے غریب  
آج ہر مظلوم کی فریاد بے تاثیر ہے

ایک یہ بھی انقلاب وقت کی تصویر ہے

اک محلہ سے کسی لاڈلا گم ہو گیا  
وائے قسمت ایک بوڑھے کا عصا گم ہو گیا  
کارواں سے نغمہ بانگ درا گم ہو گیا

ایک یہ بھی انقلاب وقت کی تصویر ہے

چھن گئی مزدور کی پونجی بھرے بازار میں

اور مجرم ہو گئے عسکر و راکٹور کار میں  
روز چھٹی ہیں بھیانک سرخیاں اخبار میں  
دیکھیے اک خود کشی کی داستاں تحریر ہے

ایک یہ بھی انقلاب وقت کی تصویر ہے

زندگی کرتی ہے جرموں کی تجارت آج کل  
چینٹی ہے رہگذاروں پر شرافت آج کل  
علم کے ماتھے پہ ہے داغ جہالت آج کل  
آج بے نام و نشان اسلاف کی توقیر ہے

ایک یہ بھی انقلاب وقت کی تصویر ہے

## میرے وطن کے رہنماؤ

میرے	وطن	کے	رہنماؤ!
اک	ایسا	آئین	بناؤ
جس	میں	ہو	عظمت
جس	میں	ہو	عقیدت
جس	میں	ہو	جرات
جس	میں	ہو	شجاعت
مٹ	جائیں	ظلمات	گھاؤ
اک	ایسا	آئین	بناؤ

طارق	کی	تدبیر	ہو	جس	میں
خالد	کی	تقدیر	ہو	جس	میں
مجن	کی	زنجیر	ہو	جس	میں
قراں	کی	تاثیر	ہو	جس	میں
ملت	کے	جذبات			جگاؤ
اک	ایسا	آئین			بناؤ
عقل	و	خرد	کی	آنکھ	کا
طوفاں	میں	مضبوط			کنارا
مفلس	اور	ناوار	کا		پیارا
جہد	و	عمل	کا	بہتا	دھارا
فکر	و	نظر	کی	شمع	جلاؤ

اک	ایسا	آئین	بناؤ
سر	توڑے	جو	مغروروں
ساتھی	ہو	جو	مہجوروں
دائر	ستم	کے	منصوروں
محکوموں	کا	مجبوروں	کا!
چل	نہ	سکے	زردار
اک	ایسا	آئین	بناؤ
خدمت	انداں	کام	ہو جس
فیض	سخاوت	عام	ہو جس
کام	فقط	اسلام	ہو جس
شان	سلف	پیغام	ہو جس
وقت	کے	پرچم	کو
اک	ایسا	آئین	بناؤ

## میرے وطن

جان فردوس ہیں تیرے کوہ و دمن  
 زندہ باد اے وطن زندہ باد اے وطن  
 تجھ پہ صدقے ہے تن تجھ پہ قربان ہے من  
 زندہ باد اے وطن زندہ باد اے وطن  
 تیرے دریاؤں میں ہیں سفینے رواں  
 اے مقام جہانگیر و نور جہاں  
 تیرا ہر قریہ ہے گلستاں بوستاں  
 تیرے کانٹے بھی ہیں مجھ کو غنچہ دہن  
 زندہ باد اے وطن زندہ باد اے وطن  
 تیرے چک اور گاؤں ارم زاد ہیں  
 کھیتیاں آسمانوں کی بنیاد ہیں  
 تیرے دیہات تقدیس آباد ہیں  
 تیرے نغمے نئے اور ساز کہن  
 زندہ باد اے وطن زندہ باد اے وطن  
 تجھ میں لاہور ہے ، تجھ میں ملتان ہے  
 تو کہ وارث کا روشن قلم دان ہے  
 تو بلوچوں پٹھانوں کا قرآن ہے  
 تو کہ ایمان کے چاند کی ہے کرن  
 زندہ باد اے وطن زندہ باد اے وطن  
 تیری آغوش میں ہے قلندر کا در





## پاکستان کے سیاستدان

گرانی کی زنجیر پاؤں میں ہے  
 وطن کا مقدر گھٹاؤں میں ہے  
 اطاعت پہ ہے جبر کی پہرہ داری  
 قیادت کے ملبوس میں ہے شکاری  
 سیاست کے پھندے لگائے ہوئے ہیں  
 یہ روٹی کے دھندے جمائے ہوئے ہیں  
 یہ ہنس کر لہو قوم کا چوستے ہیں  
 خدا کی جگہ خواہشیں پوجتے ہیں  
 یہ ڈالر میں آئین کو تولتے ہیں  
 یہ لہجہ میں سرائے کے بولتے ہیں  
 ہے غارت گری اہل ایمان کا شیوہ  
 بھلایا شیطین نے قرآن کا شیوہ  
 اٹھو نوجوانو! وطن کو بچاؤ! بچاؤ!  
 شراروں سے حد چمن کو بچاؤ



## آئین بنایا جائے گا

سنتا ہوں وطن میں اک ایسا آئین بنایا جائے گا  
دکھ درد کے مارے لوگوں کی قسمت کو جگایا جائے گا  
پھولوں کی طبیعت بدلے گی ، شاخوں پہ ترانے مہکیں گے  
احساس نظر کی دولت کو ذروں میں لٹایا جائے گا  
پر نور جبینوں کی خاطر پابند حیا ہو جائے گی  
عرفان صداقت کی صو کو سینوں میں بسایا جائے گا  
مجرع سکوں صحراؤں میں سچ مچ کے شگونے جاگیں گے  
محبوس تلاطم ناؤ کو ساحل سے لگایا جائے گا  
کہتے ہیں کہ جس کے پینے سے سرشار معیشت ہوتی ہے  
وہ جام تمنا ہونٹوں سے ہنس ہنس کے لگایا جائے گا

## پاکستان کے تیس سال

سال	تیس	ہیں	چکے	بیت
حال	اندھا	ماضی	گونا	گونا
ڈال	ٹوٹی	پنچھی	اجڑے	اجڑے
جال	انجانے	ہیں	پھیلے	پھیلے
سال	تیس	ہیں	چکے	بیت
دستور	ہے	خالی	عزم	عزم
دور	منزل	عمل	و	جہد
نور	بے	ہے	قیادت	شمع
کال	کا	پھولوں	میں	گلشن
سال	تیس	ہیں	چکے	بیت
پہار	ہیں	فراست	و	عقل
بریکار	وائے	نظر	و	فکر
بیدار	ہے	وحشت	دیدہ	دیدہ
ڈھال	کی	ہمت	ہے	لرزاں
سال	تیس	ہیں	چکے	بیت
اغیار	پر	ہم	ہیں	بھاری
ضرار	اور	طارق	بھولے	بھولے
سرشار	سے	وحدت	نغمہ	نغمہ
لال	کے	عظمت	کی	ملت
سال	تیس	ہیں	چکے	بیت



## عزیز بھٹی شہید کے بیٹے کے نام

پھول گلشن میں کھلیں تیری لطافت کے لیے  
مسکرائے چاندنی تیری محبت کے لیے  
تو نہال سر فروشی کا درخشندہ ثمر  
جگمگائے بزم ہستی تیری عظمت کے لیے  
ہر طلوع صبح نو تیرے ہمکنے کی ادا  
تو ہو اک روشن ستارہ شام ظلمت کے لیے  
اے کہ فرزند شجاعت ، غنچہ فصل بہار  
تیرے ہونٹوں کی ہنسی محسن ہو فطرت کے لیے  
تیرا ملکوتی تبسم ! آبروئے انتقام  
تیری غوں غوں رجز ہو اک قوم و ملت کے لیے  
تیرے ننھے ننھے بازو تیرے ننھے ننھے ہاتھ  
ہوں سدا پرچم کشا انساں کی عظمت کے لیے

## ۶ ستمبر کے گمنام شہید

شہید	سبتمبر	کے	چھ
نوید	نصرت	کی	فتح
آرزو!	جہان		اک
آرزو	نشان		اک
تم	عثمانؓ		پردہ
تم	ایمان	کا	صدیقؓ
ولولہ	کا	عمرؓ	تم
غلغلہ	کا	علیؓ	اور
حسینؓ	شمشیر	ہو	تم
حسینؓ	تفسیر	ہو	تم
پاسباں	کے	وطن	تم
کامراں	و		کامیاب
چراغ	کے	رسالتؐ	تم
ایاغ	کے	قیادت	تم
کرن	کی	بطحا	صبح
وطن	و	قوم	ناش
جگر	لخت	کے	قوم
بر	و	بحر	فاتحان
گئے	کلرا	سے	کوہ
گئے	چھا	پر	ظلمتوں

## سرور شہید

بج رہا تھا نیند کا دل کش رباب  
 سج گیا اک آن میں ایوان خواب  
 جگمگاتی ہے تقدس کی بہار  
 دیکھتا کیا ہوں فرشتوں کی قطار  
 حسن یزداں سے منور ہے جبیں  
 حور و غلاماں کے لبوں پر آفریں  
 چل رہے ہیں نور کی شمعیں لیے  
 جلوہ گاہ طور کی شمعیں لیے  
 یک بیک اک قبر پر آکر رُکے  
 فاتحہ پڑھنے کو تعظیماً جھکے  
 تھیں فضا میں دور تک جلوہ نگار  
 جھلملایا روشنی کا اک مزار  
 آسمانوں سے مجھے آئی نوید  
 زندہ باد اے مدفن سرور شہید

## عزیز بھٹی شہید

یہ	مزار	عزیز	بھٹی	ہے
اس	پہ	رحمت	سدا	برستی ہے
ذره	ذره	ہے	سجدہ	گاہ وفا
خاک	مرقد	تجلیوں	کی	روا
لوح	تربت	شجاعتوں	کی	سند
گوشہ	خلد	گل	بدوش	لحد
حور	و	غلاماں	دعائیں	پڑھتے ہیں
باغ	جنت	کے	پھول	چڑھتے ہیں
شان	بازوئے	حیدریؑ	کا	چلن
ملک	و	ملت	کا	جاں نثار
کفر	و	باطل	کی	توڑ کر یلغار
دے	گیا	ایک	منزل	بیدار
اس	کی	سرشار	جراتوں	کو سلام
اس	کی	بیداد	عظمتوں	کو سلام

## شامی شہید

زندہ	و	پائندہ	ہیں	شامی	شہید
خاک	مرقد	باب	جنت	کی	کلید
ایک	پیکر	جرات	بیدار	کے	کے
مثل	تھے	فولاد	کی	دیوار	کے
جور	باطل	کی	اداؤں	پر	ہنسے
آگ	برساتی	فضاؤں	پر	ہنسے	
رو برو	کانٹوں	کے	سینہ	کر	دیا
نذر	ناموس	مدینہ	کر	دیا	
ان	کی	ترت	ہے	وطن	کی
اک	مسلمان	کے	چلن	کی	آہرو



## لیلیٰ خالد

اے	فلسطیں	کی	دلہن
تیرا	زیور	جراتوں	کا
تیری	شہنائی	سلاسل	کی
تیرا	کاجل	ہے	دھواں
تیری	مہندی	بن	گئی
		خاک	وطن
			اے فلسطیں کی دلہن
ہے	تری	بارات	میدان
تیری	ڈولی	تیرا	محمل
ہے	شہادت	رسم	ایجاب
توپ	کا	گولہ	مبارک
تیرا	سہرا	گولیاں	ہیں
			اور
			اے فلسطیں کی دلہن
ہے	اسیری	سے	تری
زخم	تیری	بیج	کے
لبلی	پستول	کی	کاکل
غازہ	رخسار	ے	وادی
تیرا	جھومر	ہے	شجاعت
			کا
			اے فلسطیں کی دلہن



ہیں	کرتے	قیام	پارے	ماپ
کجرات	تھا	کامگار	منزل	
کی	گلستاں	کے	دور	مغلیہ
کجرات	تھا	بہار	جگمگاتی	
برتن	حسین	کے	کجرات	شہر
تھے	جاتے	بھیجے	و	چین
گلیاں	حسین	کی	کجرات	شہر
ہے	دیکھا	بہار	رقص	جن
یہاں	میں	برتن	کے	سادہ
ہے	دیکھا	پروردگار		ذوق
بدن	کے	صراحیوں	ہلکے	ہلکے
ہیں	آئی	ارم	پریاں	جیسے
کی	تقدس	آیتیں	کوئی	یا
ہیں	آئی	حرم	لے	اذن

## زخمی مجاہد کی التجا

خالدؑ و ضرارؑ کے جذبات سے سرشار ہوں  
 کفر و باطل کے لیے فولاد کی دیوار ہوں  
 میں ہوں خنجر کی چمک ، میں تیغ کی جھنکار ہوں  
 میں محاذ جنگ پر جانے کو پھر تیار ہوں  
 کوئی للکارے مری غیرت کو ہے کس میں مجال  
 میرا سینہ ، میرے بازو سنگ و آہن کی مثال  
 میں ہوں دنیا میں امین پرچم و خیم و ہلال  
 جانب ظلمات اک توحید کی یلغار ہوں  
 میں محاذ جنگ پر جانے کو پھر تیار ہوں  
 میں نے صحراؤں میں تپتی ریت کو ٹھنڈا کیا  
 میں درس فصل گل دشت و بیاباں کو دیا  
 فرض کی مے کو شجاعت کے پیالے میں پیا  
 میں مسلمان قوم کا اک فرد شعلہ بار ہوں  
 میں محاذ جنگ پر جانے کو پھر تیار ہوں  
 فاتح تاریخ عالم غازیؑ اسلام ہوں  
 وارث تنظیم آدم غازیؑ اسلام ہوں  
 خادم شبیرؑ و قاسمؑ غازیؑ اسلام ہوں  
 سامراجیت کے سر پر گونجتی تلوار ہوں  
 میں محاذ جنگ پر جانے کو پھر تیار ہوں  
 دشمن دیں کو رعونت کا چکھانا ہے مزا

بزدلوں کو کارِ ذلت کا چکھانا ہے مزا  
ظالموں کو ان کی فطرت کا چکھانا ہے مزا  
میں جہاں میں آپ اپنے وقت کا مختار ہوں  
میں محاذِ جنگ پر جانے کو پھر تیار ہوں  
زخم ہیں میرے لیے غنچے ، مرے گھاؤ ہیں پھول  
چوٹ کھا کر مسکرانا میری فطرت کا اصول  
ملک و ملت کے لیے جامِ شہادت ہے قبول  
میں فضائے آتشیں میں صورتِ گلزار ہوں  
میں محاذِ جنگ پر جانے کو پھر تیار ہوں  
پھر مجھے جنتِ بلاتی ہے اجازت دیجیے  
یہ گھڑی قسمت سے آتی ہے اجازت دیجیے  
دل کی دھڑکن مسکراتی ہے اجازت دیجیے  
میں حصارِ وقت میں اک جاگتا کردار ہوں  
میں محاذِ جنگ پر جانے کو پھر تیار ہوں

## ضرب محمود

امتحان آن پڑا ہے تو کوئی بات نہیں  
 ہم سو بار زمانے کے بھرم توڑے ہیں  
 ضرب محمود ابھی زندہ و پائندہ ہے  
 ہم نے بت خانہ دوراں کے صنم توڑے ہیں  
 جاگتی قوم کو للکار کے چھپنے والو  
 ارجن و بھیم کے کردار کی توہین ہو تم  
 دیدہ وقت کو دیتے ہو فریب جمہور  
 خرمن امن میں اک شعلہ رنگین ہو تم  
 تم نے سمجھا تھا کہ سویا ہے وہ مرد آہن  
 جس کی للکار سے میدان دہل جاتے ہیں  
 اس کی شفاف جبین پر جو ذرا گرد پڑے  
 انقلابات زمانے کے سنبھل جاتے ہیں  
 قوت لشکر اسلام کو جھیلو تو سہی  
 بھول پنچہ حیدر سے الجھ بیٹھے ہو  
 تند موجوں کے شناور سے ملائی ہے نظر  
 خاک اور خون کے خوگر سے الجھ بیٹھے ہو  
 کفر سے دست و گریباں ہی رہیں گے ساغر  
 امن کی مشعل روشن کے امیں ہم ہی تو ہیں  
 ہم سے آزادی احساس و نظر ہے منسوب  
 آسماں جس کو پکارے وہ زمیں ہم ہی تو ہیں

## الفتح کا ایک مجاہد

اے مقدس سر زمیں تیری قسم!  
تو نہیں تو زندگی بے نور ہے  
تیرے بیٹوں کی جبینوں کے لیے  
تیرا ہر ذرہ چراغ طور ہے  
تجھ سے دل کی دھڑکنیں مخمور ہیں  
تجھ سے تابندہ ہے قلب آرزو  
چھین لیں گے ایک دن اغیار سے  
تیری گلیوں کی سلگتی آبرو  
دل کے چھالوں کی بنا کر گولیاں  
توپ اور بندوق لے کر آئیں گے  
ظلم کے پرزے اڑانے کے لیے  
درہ فاروق لے کر آئیں گے

## اقصى

گنبد مسجد اقصیٰ کی ضیاء واپس لو  
اپنے اسلاف کی عظمت کی ذرا واپس لو  
آ رہی ہے یہ فضاؤں کی صدائے جوہر  
قصر ایمان کی پر نور ضیاء واپس لو  
پھر اٹھو خالدؓ و ضرار و عبیدہؓ بن کر  
سطوت عہد عمرؓ بہر خدا واپس لو  
توڑ دو دستِ ستم درہٴ فاروقیؓ سے  
پنجہٴ جبر سے آئینِ وفا واپس لو  
اس سے پہلے کہ اتر آئے زمیں پر سورج  
اپنی بے تاب جبینوں کا صلہ واپس لو

## ترانہ

جیو سرفروشو! جیو جاشارو  
 جبین عطن کے چمکتے ستارو!  
 ملی ہے تمہیں شہرت جاودانہ  
 شجاعت کی دنیا میں تم ہو بیگانہ  
 جیو سنگ و آہن کی تسخیر کارو  
 جیو سرفروشو! جیو جاشارو  
 خدا نے سکھائی تمہیں رزم گاہی  
 تمہی موج توحید کے ہو سپاہی  
 روایات اسلام کے شہ پارو  
 جیو سرفروشو! جیو جاشارو  
 نگہبان ناموس حیدر تہی ہو  
 سر بحر ہستی شناور تہی ہو  
 گلستان ملت کی ہنسی بارو  
 جیو سرفروشو! جیو جاشارو  
 تمہی سے ہے بیدار الفت وطن میں  
 تمہی سے ہے آباد جنت وطن میں  
 وطن کی حقیقت کے پرودگارو  
 جیو سرفروشو! جیو جاشارو



## ترانہ

انتخاب آرزو ہیں فتح و نصرت کے چراغ  
 ہیں فروزاں خون دل سے ملک و ملت کے چراغ  
 پھر بنام طارقؑ و خالدؑ ذرا روشن کریں  
 ظلمتوں کی آندھیوں میں عزم و جرأت کے چراغ  
 ان میں مضمحل ہے تجلی جلوہ گاہ بدر کی  
 بجھ نہیں سکتے کبھی راہ شجاعت کے چراغ  
 جھلملاتی ہیں صدائیں جگمگاتی ہے فضا  
 غیرت شمس و قمر ہیں اپنی ہمت کے چراغ  
 مسکراتے ہیں رہیں گے گلشن توحید میں  
 اپنی سطوت کو شگونے اپنی عظمت کے چراغ  
 ہم نے ساغر وقت کی تاریخ کو زندہ کیا  
 راہ انساں میں جلایں ہم نے خدمت کے چراغ

## منزل کا مگار تھا گجرات

اے	فضل	شاہ	تیرے	دوہوں	میں
داستان	حیات	ملتی	ہے		
حسن	کی	دل	گداز	بانہوں	میں
عشق	کی	کائنات	ملتی	ہے	
شہر	گجرات	بر	کنار	چناب	
مغلیہ	دور	کی	نشانی	ہے	
اسی	وادی	کے	دم	سے	وابستہ
حسن	اور	عشق	کی	کہانی	ہے
لوگ	اس	وادی	محبت	کے	
علم	و	عرفاں	کا	تاج	رکھتے ہیں
حسن	پرور	سلوک	تھے	ان	کے
عاشقانہ	مزاج	رکھتے	ہیں		
زندگی	سے	رچے	گلی	کوچے	
جن	میں	شرنائے	وقت	رہتے	ہیں
کشتیوں	کے	جلو	میں	تنکے	بھی
موج	ہستی	کے	ساتھ	بہتے	ہیں
مسجدوں	کے	بلند	مینارے		
آسمانوں	کی	بات	کرتے	تھے	
اہل	دانش	یہاں	اشاروں	میں	
دو	جہانوں	کی	بات	کرتے	ہیں

## ترانہ

الجہاد و الجہاد و الجہاد و الجہاد  
 کامیاب و کامگار و کامران و بامراد  
 جاگ اٹھا ہے اخوت اور فراست کا نظام  
 عظمت افلاک سے ارض وطن ہے ہم کلام  
 وادی کشمیر سے آئی صدائے انتقام  
 پھونک دو سوز عمل سے ظلم کے ناموس و ناد  
 الجہاد و الجہاد و الجہاد و الجہاد  
 بڑھ چلیں جور و ستم بیداد کی من مائیاں  
 ہم نہ ہونے دیں گے گلشن پر شر افشائیاں  
 ہم عدم کی جستجو ہم سے ازل سامائیاں  
 ہم کو رکھے گی نوشتہ کی طرح تاریخ یاد  
 الجہاد و الجہاد و الجہاد و الجہاد  
 اے فضاؤں کے دلیرو! فاتحان بحر و بر!  
 جن کے بازو جن کے چہرے غیرت شمس و قمر  
 رزم گاہ کر بلا پھر ہے تمہاری منتظر  
 دست حیدر کو ملی اللہ سے تحسین و داد  
 الجہاد و الجہاد و الجہاد و الجہاد